زندانِ حماقت

یہ ایک مہمل سا نام ہے، لیکن اس سے اچھا نام میرے ذہن میں کوئی نہیں آتا۔ اس میں دونوں خوبیاں موجود ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام احمق کا ہے، اور یہ بھی کہ جیل میں لکھا گیا ہے ۔ والسّلام۔

احمق

اسیر قید فرنگ

از ستم کدہ آگرہ

۱۲ مارچ سنہ ۲۲ء سہ شنبہ

تقاریظ

مجھے خوشی ہے کہ میری گذارش پر میرے دو محترم بزرگوں نے کلام احمق پر تنقید لکھی، میں اسے تنقید نہیں کہنا چاہتا اسلئے کہ اسمیں شاعر کی حوصلہ افزائی مدنظر ہے اور بس جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں جس مبالغہ سے کام لیا گیا ہے خدا اسکو واقعیت سے بدل دے ورنہ ابھی تو من آنم کہ من دانم کا مضمون ہے۔ احمق

از حضرت مولانا سید حسن صاحب عارف سہسوانی مدظلہ

حضرت احمق سے آج سے پہلے بھی مجھے غائبانہ نیاز حاصل تھا، ان کے طریقہ کلام نے جو مختلف موقرالشیوع رسائل مجلہ، اور ملکی روزانہ اخبارات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوا اسنے ایک تبسم گرویدگی میرے اندر پیدا کردی تھی، زندانِ فرنگ کی منجملہ دیگر برکات کے میں اسکو بھی ایک روشن و مسرت بار برکت سمجھتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ جیل آگرہ میں حضرت احمق سے ملاقات نصیب ہوئی اور ان کے تازہ ترین کلام سے مستفید ہونے کا موقع ملا اور سب سے بڑھکر یہ کہ انکی پُرلطف صحبت نے زندانِ فرنگ کو میرے لئے بہشت زارِ مسرت بنادیا اور اس قفس انسانی کے اندر انکی غزل سرائیوں نے نغمہ سنجانِ چمن

کی یاد تازہ کردی۔

کلام احمق کے متعدد و مختصر مجموعے شائع ہو کر ملک و ملت سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں، اب آپ کا ارادہ ہے کہ ایک مجموعہ حبسیات بھی شایع کریں جسمیں صرف وہ کلام ہے جو دوران ادائے سنت یوسفی جمع ہو گیا ہے۔ اسکے لئے ازراہ محبت مجھے بھی حکم ملا ہی کہ بطور تقریب یا تقریظ کے چند سطور لکھوں، واقعہ یہ ہے کہ اگر احمق صاحب کا حکم بھی نہوتا اور کوئی دوسرا غیر متعلق شخص بھی آپ کے کلام پر مجھ سے کچھ لکھوانا چاہتا تو میں بصد شوق قلم دوات لیکر بیٹھ جاتا اور بہت سا کاغذ سیاہ کیکے اُٹھتا، حالانکہ میرا ذوق ادب اس صنف خاص میں بہت بخیل واقع ہوا ہے۔ مگر اسکو کیا کیجیے کہ کلام احمق کچھ اپنے اندر ایسی ہی خصوصیات رکھتا ہے کہ جہاں اسکو ایک حیثیت سے کشت زعفران کہا جا سکتا ہے وہیں اسکی دوسری حیثیت کو ملحوظ رکھکر دفتر موعظت و درس عبرت کا لقب بھی دیا جا سکتا ہے۔ اسکے علاوہ اگر صرف تغزل کے نقطۂ نظر سے دیکھیے تو بھی ان کی غزلوں میں سے بہت سے ایسے شعر منتخب کئے جا سکتے ہیں جو وجدان صحیح اور مذاق سلیم کے سر دھننے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت احمق کی نہ صرف صورت بلکہ ان کا کلام بھی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے آپکو نہایت رسا طبیعت، صحیح مذاق، اور اثر پذیر قلب عطا فرمایا ہے اور ان ہر سہ امور کی جھلک ان کے کلام میں نظر آتی ہے۔ ان کے کلام میں ظرافت غالب معلوم ہوتی ہے، مگر ظرافت محض بہت کم ہوتی ہے بلکہ زیادہ تر اکبر مرحوم کی طرح ان کی ظرافت

عبر و موعظت کا کوئی نہ کوئی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے۔ کبھی سیاست، کبھی مذہب اور کبھی
معاشرت غرضکہ زندگی کے مختلف شعبوں پر وہ ظریفانہ انداز بیان سے روشنی ڈالتی ہے،
میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت احمق جناب اکبر مرحوم ہیں مگر یہ ضرور کہونگا کہ اگر مشق سخن
جاری رہی تو ایک زمانہ آئیگا کہ وہ مرحوم کے صحیح جانشین کہلانے کے مستحق ہو جائینگے
ظرافت کے علاوہ انکے رنگِ تغزل کو ابھی کسی اُستاد سے مانا و مشابہ نہیں کہا جاسکتا
کسی ایک رنگ کو اختیار نہیں کیا بلکہ وہ مختلف چمنوں سے گلچینی کر کے اپنا گلدستۂ
سخن تیار کرتے ہیں یعنی کبھی داغ کے رنگ میں کوئی شعر کہہ جاتے ہیں اور کبھی طرز مومن میں نغمہ
سنجی کرتے ہیں اور کبھی کسی اور کے طرز بیان میں لیکن بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے کہ
مذاقِ سلیم ایک خاص راستے پر ان کو ڈالدیگا جو نہایت دلکش و دلپذیر ہوگا تخیل و محاکات
کے علاوہ دو چیزوں کی اور ضرورت ہوتی ہے، ایک زبان کا ترنم اور دوسرے جذبات کی
پاکیزگی اور خیال کی رعنائی اور یہ سب امور حضرت احمق میں موجود ہیں۔

بہرحال حضرت احمق کا گرامی قدر وجود اور انکی مطبوع دلپذیر نغمہ سرائیاں اس وقت
جیل کے اندر ہم سب کے لئے عموماً اور میرے لئے خصوصاً ایک ایسی کشش اپنے اندر رکھتی ہیں کہ میری
گرویدگی انکے ساتھ محبوب درجہ تک پہنچ گئی ہے جسکا نتیجہ اب یہ ہے کہ آپکی فیض آباد جیل
کی روانگی نے میرے اندر تہلکہ سا ڈال دیا ہے، آگرہ جیل چند احباب کی وجہ سے ایک چمن زار
بن گیا تھا۔ انہیں احمق صاحب کا نام صفِ اول میں تھا۔ بالخصوص جو مشاعرہ یہاں
ہفتہ وار منعقد ہوتا ہے اسکی تو آپ جان تھے، اور روزانہ جو صحبتیں ہو رہی تھیں

انکے رکن عظم بھی آپ ہی تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی عزیز تو محبوب ہستی کا زبردستی ہم سے چھن جانا کسدرجہ اندوہناک ہوگا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ جیل سے باہر جیل کی جمعیتیں اور جیل کے اندر حضرت احمق کی لطف کاریاں ہمیشہ یاد رہینگی، فیض آباد کا جیلخانہ کس قدر خوش قسمت ہے کہ قفس آگرہ کا بلبل ہزار داستاں اسمیں منتقل کیا جارہا ہے میں نے یہ چند سطریں بالخصوص اسلئے لکھدیں کہ اگر احمق کی معیت کے شرف سے مجھے محروم کردیا گیا تو کم از کم میری یہ تحریر ان کو میری یاد دلاتی رہے۔

فقیر عارف ہسوی کان اللہ لہ، ڈسٹرکٹ جیل آگرہ ۱۹ار فروری سنہ ۲۲ء

از خطیب العلما مولانا نذیر احمد صاحب خجندی

حمدًا لمولی الحمد للانعام — وعلی النبی مصلیا بسلام

یا حبذا فی ھذہ الایام — ھبت نسیم صبا ھبو دوام

اس عہد مظالم میں جہاں دشمنان دین وملت نے ایک طرف نیکی اسلام کی نیت سے خلافت عظمیٰ کو ضرر پہنچایا، مقامات مقدسہ کی حرمت پہ حملہ کیا، حرم محترم میں بے گناہ مسلمانوں کا عین حالت نماز میں خون بہایا، ترکوں پر ناحق ظلم وستم توڑے بدویوں کو انکی مخالفت پر لالچ دے دیکر ابھارا، مخالفوں کو طرح طرح کی امداد سے یہ جرأت دلائی کہ وہ ترکوں کے بیکس بچوں، بے بس عورتوں، ضعیف ونحیف بوڑھوں کو (بیدردی) و بربریت کا شکار بنائیں، قرآن مجید کی بے ادبی سے مسلمانان عالم کے قلوب زخمی کردیں۔

دوسری جانب سر جیمس مسٹن، سر مائیکل اوڈوائر کے اشاروں پر مسٹر ٹاملر اور جنرل ڈائر کے ہاتھوں سفاکی و خونریزی کی وہ بنیاد رکھی کہ اب جس وحشت نواز مغربی کا جی چاہتا ہے وہ موقع و بے موقع اس نمونہ سے سبق لیتے ہوئے نہتے ہندوستانیوں کی خونریزی کا تماشا دیکھتا ہے۔ ان دل افگار و جگر خراش حادثات سے متاثر ہونے والے نفوس انھیں جفا پرست مغروروں کی بدولت ستم کدگانِ فرنگ میں بھی محبوس و مقید ہیں۔ روحانیت سے تعلق رکھنے اور صداقت و حقانیت کو اصل حیات سمجھنے والے، ظلم و ستم، جور و جفا اور ہر قسم کی بلا کو اپنے حق میں موجبِ رحمت سمجھتے ہوئے ؎ خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد کی تمنا رکھتے ہیں۔

زندانِ آگرہ اُن مخصوص جیل خانوں میں سے ہے، جہاں اسیرانِ سیاسی کی نئی بستی بسائی گئی ہے۔ یوں تو یہ سب گرفتارانِ بلا شاہدِ آزادی کے متوالے ہیں اور حصول خود مختاری کے نشے میں سرشار، لیکن اس مجلس میں رہ کر بے شغلی کے عالم میں ہر شخص نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق سامانِ مصروفیت مہیا کر لیا۔ گویا

زاہد بہ نماز و روزہ ربطے دارد عاشق بہ ئے دو سالہ خبطے دارد
معلوم نشد کہ یار مشغول کہ بیست ہر کس بخیالِ خویش خبطے دارد

جسمانی قویٰ کو تقویت پہنچانے کے مشتاق کبڈی اور اکھاڑے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، روحانیت کو ترقی دینے کے طلبگار روزہ نماز کی عادت بڑھاتے ہیں، عوام کھیل کود میں مصروف، خواص اخبار و کتب بینی میں مشغول، اربابِ سخن اس موقع کو غنیمت جان کر زبان اردو کے

لطف اُٹھانے پر متوجہ ہوئے اور سب سے اوّل ۲۰ ؍جنوری سنہ ۲۲ء کو ایک بہترین مجلس
مشاعرہ رونق پذیر ہوئی جسکی مختصر کیفیت سے اخبارات اردو ہندی کے صفحات مزین ہو چکے ہیں۔
جسطرح اس بزم کی روحِ رواں ہمارے مکرم مولانا عارف حسین صاحب ہسوی کی ذات سے تھی اسی طرح رونق
محفل محبی مولوی حکیم محمد مصطفیٰ خاں صاحب مداح ہیں۔ جنھوں نے اپنی جدتِ طبع اور قادر الکلامی
کو احمق کے نام سے مقبول روزگار ہونیکا موقعہ دیا ہے۔ ملک کے باوقار اخبار خصوصاً زمیندار
وقتاً فوقتاً آپکے کلام سے اس قدر مفید بنا چکا ہے کہ شاید ہی کوئی اہل مذاق آپکے نام نامی سے ناواقف ہو
زبان اردو کی تاریخ میں ہر وقت ایک نہ ایک ایسا اہل فن ضرور گزرا ہے جسکی خصوصیات اسکی ذات کیساتھ وابستہ رہی ہیں تا
زمانہ حال میں سید اکبر حسین مرحوم الہ آبادی اپنا نمونہ آپ تھے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ انکی جگہ حضرت احمق
تو نامناسب نہ ہوگا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ ایک عرصہ بعد آپکی قدر فوق الفوق ہو۔
جناب احمق کا کلام صرف روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو مست بنانے ہی کیلئے مخصوص نہیں
بلکہ میر کی مضمون آفرینی، مومن کی معاملہ فہمی، اور داغ کی زبان کے مزے اُٹھانے والے، آپکی
غزل میں تقریباً ہر مذاق کا لطف پا سکتے ہیں۔ سودا کی ہجو نگاری سے دلچسپی رکھنے والے حضرات
کا مذاق پورا کرنے میں احمق صاحب کی طبیعت ید طولیٰ رکھتی ہے اور انکے کہنے کے مطابق ابتدائے
سخن طرازی ہی سے منزل لطیفہ ہوئی ہے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ آپکے کلام پر تقریظ لکھوں۔
لیکن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا کہ اس کلام کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کلام بہترین شاعر
کے علاوہ ناصح، طبیب، فلسفی اور ایک شاعرانہ کا واقف اہل زبان ہے۔ سیاست حال کے لئے
یہ کلام بہترین سبق آموز ہے اور اسلامی درد مندوں کیواسطے جگر سوز۔ پڑھو اور لطف اٹھاؤ اور اس
اسیر ظلم فرنگ کو دعائیں دو۔ فقیر خجندی۔ از ستم کدۂ فرنگ گڑھ ۳ ؍فروری سنہ ۲۲ء پنجشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہی ہوگا یہی ہوتا رہا ہے ہر زمانے میں
صدائے حق ہمیشہ گونجتی ہے جیلخانے میں

لئے پھرتے ہیں اسکو ڈگڈگی پر اک زمانے میں
قلندر بخش بھی مشاق ہیں بندر نچانے میں

صداقت کے یہی معنی ہیں موزوں اس زمانے میں
کہ چکّی پیسئے اور موج کیجئے جیل خانے میں

یہ چھتّر لاکھ اک بیکار مد میں صرف کر دینگے
رعایا کے لئے کوڑی نہیں جن کے خزانے میں

یہ ہاہا، اس قدر ہڑبونگ اتنی چپقلش، تو یہ
تری محفل میں ہوں میں یا کسی بھٹیار خانے میں

فلک نے ڈائر کمبخت کے انداز اڑائے ہیں
ستم کرنے میں ایذا توڑنے میں ظلم ڈھانے میں

جو ارزاں ہے تو اک انکی متاعِ آبرو، ورنہ
ذرا سی چیز بھی بے حد گراں ہے اس زمانے میں

رہائی مل گئی، جب بن گئے سرکار کے مخبر
سزا پائی تھی ہم نے ایکدن جوتے چرانے میں

جفا و ظلم نصب العین ہوگا جس حکومت کا
یقیناً خاک ہو جائے گی وہ تھوڑے سے زمانے میں

وہ جب آئے میں کم از کم اتنی آزادی تو ملجائے
نہو ہڑتال پر لیسنس، کوئی اس زمانے میں

نگاہِ یار کی آتش فشانی کیا، کہ ہے کامل
ہماری آہ کا ڈائر دیلن بھی، بم گرانے میں

جسے دیکھو دعائیں مانگتا ہے جیلخانے کی
جسے دیکھو ترے گیسو کا عاشق ہے زمانے میں

نئی حد بندیاں ہونے کو ہیں آئینِ گلشن کی
کہو بلبل سے اب انڈے نہ رکھے آشیانے میں

یہ وقتِ خونبہائے قوم ہی اے تیغ انگورہ
کمی تو بھی نہ کرنا موذیوں کا خوں بہانے میں

وہ اک روٹی جو ہمکو برہمن شکل سے دیتا ہے　　ہزاروں بُت ہوا کرتے ہیں اس کے دانے دانے میں

خدا جانے میاں احمق کہاں ڈال آئے ہیں ڈاکہ
کہ آدھی رات سے جکڑے ہوئے بیٹھے ہیں تھانے میں

سُنا رہا ہے مجھے ذکرِ بوستاں صیاد　　ملا ہے خوبیٔ قسمت سے مہرباں صیاد

یہ پالسی کہ ہو بلبل پہ مہرباں صیاد　　جبھی درست ہے، بوڑھے ہوں جب میاں صیاد

قفس میں فکرِ رہائی کسے یہاں صیاد　　گئی وہ طاقتِ پروازِ بوستاں صیاد

چمن تو بلبلِ ناشاد کا ہے گھر لیکن　　ذرا یہ سوچ کہ جائیگا تو کہاں صیاد

مزا تو جب ہے کہ شوقِ ہوائے گلشن میں　　قفس خود اُڑ کے چلے سوئے بوستاں صیاد

خیالِ گل، غمِ گلزار، صدمۂ احباب　　جگر میں لیتے ہیں رہ رہ کے چٹکیاں صیاد

خدا کرے وہ دن آئے کہیں کہ اے بلبل　　نکالے جائیں چمن سے کشاں کشاں صیاد

یہ رحم بھی ہے انوکھا کہ سُننے بیٹھا ہے　　درازدستیٔ گلچیں کی داستاں صیاد

مجھے اب اس سے علاقہ نہیں، مگر ہو غلط　　چمن ہے روبہ خزاں یہ ترا بیاں صیاد

خدا کو حشر میں دیگا جواب کیا ظالم؟　　زیادہ ظلم نہ ڈھا، کر نہ سختیاں صیاد

چمن کا عیش چھنا، فصلِ گل گذر گئی　　بہار میرے لئے ہو گئی خزاں صیاد

جلا کے خاک نہ کر دیں تجھے تو بات نہیں　　ہماری آہ کی آتش فشانیاں صیاد

چمن میں بلبلِ بیکس کے پھانسنے کیلئے　　لگائے بیٹھے ہیں پھندے کہاں کہاں صیاد

قفس تو مجھکو چمن سے بھی کچھ سوا ہے عزیز　　عبث ڈرا نہ مجھے دے نہ دھمکیاں صیاد

یہ بانکپن تو کسی اور کو دکھاتا تھا　　غضب میں مجھ سے تری کج ادائیاں صیاد

نکال دے گی خزاں آکے چار ہی دن میں　　یہ ہیکڑی یہ تری ساری شیخیاں صیاد

چمن ہے ہند جنا ذل ہیں شوکت و جوہر　　جناب حضرت ریڈ نگ ہیں جہاں صیاد

عجب نہیں کہ تو سُننے کی تاب لا نہ سکے　　غضب ہے بلبلِ بے پر کی داستاں صیاد

نہیں ہے جیل میں اشعار خوانی احمق
قفس میں بلبلِ خوشگو ہے نغمہ خواں صیاد

الٰہی کشتیِ اسلام کا تو ہی نگہباں ہے　　کہ یہ بیڑا ہے اور گرداب شورشہا طوفاں ہے

زمانے میں یہ کیا اندھیر اور غارت گرِ جاں ہے　　جسے دیکھو تراشا کی ہے جو ہے تجھ سے نالاں ہے

دلِ دیوانہ اپنا مبتلائے زلفِ پیچاں ہے　　بہر صورت ہمارے جیل میں جانے کا ساماں ہے

ہوئے ہیں نامزد جب سے بڑے صاحب کے ممبر ہیں　　جنابِ شیخ کا سینہ تجلی زارِ عرفاں ہے

مجھے یہ کہہ کے دورِ چرخ نے پامال کر ڈالا　　ترا سب سے زیادہ جرم یہ ہے تو مسلماں ہے

لڑی آنکھ اور دل آیا، دل آیا اور دم نکلا　　محبت ہستیِ عاشق کی بربادی کا ساماں ہے

نہ سر نذرِ جفا ہے اور نہ دل پامالِ ناکامی　　مجھے جینا نہیں آتا تو کیوں جینے کا ارماں ہے

جسے تم گشتنی کہتے تھے کل تک، آج وہ ڈاکو　　علمبردارِ حریت ہے، عالم کا نگہباں ہے

وہ ایسا کون ہے جو تیغِ قاتل پر نہیں مرتا　　وہ ایسا کون ہے جسکو ابھی جینے کا ارماں ہے

کوئی عاشق ہے گیسو کا کوئی خط کا کوئی رخ کا　　کوئی ہندو ہے کوئی گبر ہے، کوئی مسلماں ہے

قیامت کو اٹھینگے سونے والے بستر غم کے　　طلوعِ صبحِ محشر تمہارے شامِ ہجراں ہے

مسلمانوں کو پامالِ جفا و ظلم کرنے میں — خدا غارت کرے انگلینڈ کا بھی باپ یوناں ہے
چھٹے قیدِ علائق سے حیاتِ جاوداں پائی — مری گردن پہ کیا کیا خنجرِ قاتل کا احساں ہے
جگر کے داغ دل کے زخم طرفہ رنگ لائے ہیں — زمینِ جلیانوالہ، مرے سینے پہ حیراں ہے
یہ خوشنودی کا پروانہ ہی ہے خدمتگزاری پر — کہ اسکے ساتھ کچھ بہرِ خورش بھی آمریجاں ہے
بالآخر ہاتھ بھر مشکل سے پائیگا جگہ نخل — تجھے بے فائدہ فکرِ عراق و شام و ایراں ہے
جسے کہتے ہیں عشق اک بادشہ ہے کشورِ دل کا — جسے کہتے ہیں دل، دنیائے یاس و درد و حرماں ہے
حیاتِ جاوداں پانا ہے الفت میں فنا ہونا — مرے مٹنے میں میری زندگی کا رازِ پنہاں ہے

تلاشِ احمقِ مخبوط کیوں ہے اس قدر تم کو
وہی تو ہے کہ جس کا نام شاید مصطفےٰ خاں ہے

اللہ رے کارنامے غازیٔ مصطفےٰ کے — کیا شان ہے خدا کی کیا بھید ہیں خدا کے
کیا پائیگا ستمگر عاشق پہ ظلم ڈھا کے — بس یہ کہ ہونگے چرچے گھر گھر تری جفا کے
طے کر چکے منازل تہذیب و ارتقا کے — ڈالیں اب اہلِ یورپ دنیا میں خوب ڈاکے
پچھتا رہا ہے ظالم اب کیوں انھیں مٹا کے — مرقد تھے عاشقوں کے یا نقش تھے وفا کے
ناسوتیوں کے آگے لاہوت کے مسائل — آئے ہیں شیخ صاحب شاید کچھ آج کھا کے
کب تک اٹھائیں سختی تلخیٔ زندگی کی — بس طے کریں یہ جھگڑے اک روز زہر کھا کے
رندا ور ترکِ صہبا اچھی کہی یہ زاہد — اب وہ پیا کرینگے ظالم تجھے دکھا کے
سختیٔ جاں کنی نے اینٹھے جو خاں پہنا — بولی اجل اکڑنا اب تم لحد میں جا کے

بڑھنے بھی دو ہمیں تم روکو نہ فوج طالو — آزادیوں کے رستے آبادیوں کے تاکے

ہیں میرے دل پہ ہر وقت اُس شوخ کی نگاہیں — پیغام آرہے ہیں ہر دم مجھے قضا کے

ہے اب کھلے خزانے لٹتی دل و جگر کی — پڑتے ہیں دن دہاڑے اب اس گلی میں ڈاکے

اے خبطِ جی حضوری تو نے ہمیں ہٹایا — برباد ہوگئے ہم، باتوں میں تیری آکے

جتنی بڑھیں جفائیں اُلفت ہوئی زیادہ — پہلے تھے چار حرف اب دفتر ہیں مدعا کے

کی تو نے خوب تکیں سینے پہ ہاتھ رکھکر — آتش بجاں نہ تھے کیا شعلے تری حنا کے

ہاں اے ہوائے جاناں تجھکو قسم ہے دلکی — باقی رہیں نہ ذرے خاکِ رہِ وفا کے

ہے فکرِ عیش و راحت ایسے شیخ تجھکو ناحق — آیا تو ہے فقیری تقدیر میں لکھا کے

ہیں زیرِ مشق بر لٹش انصاف اور عدالت — اُڑتے ہیں روز کیا کیا انکے جہاں میں خاکے

ہو جائے ہضم جن کو مالِ حرام بر لٹش — کس واسطے ہوں شاکی وہ ضعفِ اشتہا کے

دعویٰ بہت کچھ انکو شطرنج میں تھا احمق
جھینپے ہیں آج کتنے وہ مجھ سے مات کھا کے

شیخ جی کیوں وردِ یا موجود و یا مقصود ہے — آپ کا مقصود راہِ عشق میں موجود ہے

جسکے گھر میں کل کے کھانے کیلئے موجود ہے — آج وہ فرعون ہے شداد ہے نمرود ہے

جسکو کہتے ہیں محبت نام ہے جسکا خلوص — پہلے ممکن ہے کہ ہو، اب تو مگر مفقود ہے

کیا ہوا ہمکو اگر زمانِ شبینہ بھی نہیں — آپ کی خاطر تو اے صاحب ڈنر موجود ہے

درس گاہِ عشق و الفت کا نو کھا ہے نصاب — ترمذی ہے یاں نہ مسلم ہے نہ بوداؤد ہے

تم مری آغوش میں کیا ہو کہ اے جانِ جہاں
گوہرِ اُمید سے پُر دامنِ مقصود ہے

آتشِ افروز تماشا ہے جہاں حسنِ ایاز
لطف اندوزِ نظارہ دیدۂ محمود ہے

قلب اگر سوز و گدازِ عشق سے خالی ہوا
حضرتِ زاہد یہ ہو حق آپ کی بے سود ہے

اژدرِ زلفِ مساں کے زہر کا تریاق ہو
اے طبیبِ الیسی کوئی اکسیر بھی موجود ہے

دل جگر لے کر تو اے غارت گرِ جاں رحم کر
اب مری جانب بتا کیوں چشم خوں آلود ہے

سر کٹانا خدمتِ اسلام میں کہہ کے جہاں
سچ تو یہ ہے زندگی کا واقعی مقصود ہے

اللہ اللہ کس قدر سہمے ہوئے رکھتے ہو پاؤں
خاکِ عاشق کیا ہے گویا جرمنی بارود ہے

اب سرِ محشر نہ مکرو عاشقوں کے قتل سے
ان کے قبضے میں تمہاری تیغ خوں آلود ہے

کہتے ہو کھا جائینگے کچا ترے دل کو یہ کیا
وہ بہی ہے ناشپاتی ہے، کوئی امرود ہے

ٹھوکریں کھاتا پھریگا کل سر اُس مغرور کا
آج اپنے زعم میں جو ہمسرِ نمرود ہے

جذبِ دل سے پیش لیجانا کوئی آساں نہیں
تو جو پتھر ہے تو وہ او سنگدل بارود ہے

وصل کی شب کیا تماشا ہے کہ میری آرزو
دل سے نکلی ہے مگر دل میں ابھی موجود ہے

ڈھونڈھتے کیا ہو تم اپنے کشتۂ بیداد کو
خلد میں وہ ہمکنارِ شاہدِ مقصود ہے

پوچھتے کیا ہو کہ احمق کون ہے میں کیا کہوں
دیکھ لو خود وہ تمہارے سامنے موجود ہے

عاشق کی طرح دشمن سر عشق میں کیونکر دے
مشہور مقولہ ہے "ہر کارے و ہر مردے"

خاموش رہوں گرچہ سر بھی وہ قلم کر دے
اے ضبطِ وفا اتنا قابو مجھے دلبر دے

ہاں اے نگہ کونسل وہ زور کا کنٹر دے — جو خان بہادر کو مدہوش و فنا کر دے

کس طرح سے پھر لڑکے ایمان پہ رہیں قائم — وہ برقِ کلیسا جب اسکول میں لکچر دے

پھر کنجِ قفس سے تو آزاد مجھے کرنا — صیاد! مگر پہلے اُڑنے کے لئے پر دے

فاقہ ہے کئی دن سے بھوکا ہوں کئی دن کا — مجھکو بھی کوئی روٹی او قاسم لنگر دے

ہیں حالِ دلِ محزوں کس طرح کہوں ان سے — آمین زباں بندی رخصت مجھے کیونکر دے

جس آگ سے جلتے ہیں تثلیث کے پروانے — اُس آگ کے انگارے سینے میں مرے بھر دے

جور و ستم بے حد ظلم و غم بے پایاں — کیا کیا نہ ابھی مجھکو وہ تیری وفا پر دے

جینے سے تو مرجانا فرقت میں کہیں اچھا — اے عشقِ خمِ ابرو لا، لیں مجھے خنجر دے

مجھکو بھی تمنا ہے زندانِ مصیبت کی — مجھکو بھی خدا عشقِ گیسوئے معنبر دے

پھر حدِ محبت سے کچھ بڑھنے لگا ہے دل — پھر اے نگہِ جاناں نوٹس کوئی اہپیر دے

کیا فرض ہے ہم اسیر ایمان ہی رہیں — ہر وہ خبرِ مہمل جو دفترِ ریوٹر دے

اے کاش ذرا دیکھیں اسلام کی حالت بھی — اے کاش اُٹھا دیں ہم آنکھوں سے کبھی پردے

تثلیث کو سمجھے ہیں توحید کے حامی ہم — آنکھوں پہ جہالت نے ڈالے ہیں بڑے پردے

سُن پاتے ہیں جب کوئی وہ بات لطیفے کی
فرماتے ہیں احمق سے تو نظم اسے کر دے

خوب اسپہ جبر کر لو خوب اسپہ ظلم ڈھالو — اچھی طرح غرض تم عاشق کو آزما لو

کمل مجھے بھی اپنا اس ٹھنڈ میں اڑھا لو — بیکس پہ رحم کھاؤ مظلوم کی دعا لو

اے دل کی سازشوں سے برباد ہونے والو — کس نے کہا تھا تم سے سانپ آستیں میں پالو

اللہ ری شرارت بزمِ عدو میں اُس نے — دیکھا مجھے تو بولا، دیکھو اسے نکالو

پھر مجھکو یاد آئیں ساقی کی مست آنکھیں — پھر ہمدمو چلا میں لو پھر مجھے سنبھالو

میں جانتا ہوں یہ سب دل لینے کی ہیں گھاتیں — باہیں نہ پیار سے تم میرے گلے میں ڈالو

یہ مغربی لُٹیرے خونخوار بھیڑئے ہیں — اے اہلِ مشرق ان کو جس طرح ہو نکالو

میں تو یہی کہونگا دل تم نے ہے اُڑایا — تم دل لگی میں جتنا چاہو مجھے اُڑا لو

اب چرخ کی جفائیں حد سے گزر گئی ہیں — اب وقتِ امتحاں ہے آ میرے ملنے والو

پھر دیکھنا بہاریں تم ہند کے چمن کی — چلنے نئی روش پر پودے نئے جما لو

جب ہو گئے دستکش ظلم و جفا کے خوگر — ہوتا ہے وہ ستمگر اب تارکِ جفا، لو

اظہارِ سوزِ باطن ہم کیا کریں کسی سے — تم نے تو مُہر کر دی مُنہ پہ زباں کے چھالو

ناکامیٔ وفا سے کیا تلخ زندگی ہے — جی تو یہ چاہتا ہے کمبخت زہر کھا لو

جب غیر نے نکالا تو اب مرے گھر آئے — بندہ نواز بخشو لیں یا وہ راستا لو

حسرت نے دل کو آخر برباد کر کے چھوڑا — تم سے کہا تھا ہم نے دیکھو اسے نکالو

میرے سنبھالنے کی فکریں تو بعد کی ہیں — پہلے ذرا تم اپنا تلوّن تو سنبھالو

گر چاہتے ہو شوخی رنگینیٔ حنا میں — مہندی کے ساتھ میرے دل کو بھی پیس ڈالو

شام و عراق و ترکی سب ہیں تمھاری خاطر — مرقد کی فکر کیا ہے چاہو جہاں بنا لو

ہے آجتک تو احمق شہرۂ زمانہ

اب تم نئے انوکھے اِسکو گدھا بنالو

جانکر اہلِ حکومت کا وفادار مجھے
ڈھونڈھتی پھرتی ہے لعنت سرِ بازار مجھے

میں اور اس شوخ ستمگر سے سروکار مجھے
ہاں مگر بھول چکے تھے رسن و دار مجھے

دین سے کام نہ مذہب سے سروکار مجھے
پھر بھی حاصل نہیں اے شوخ ترا پیار مجھے

بھاگنے کی نہ یہاں راہ نہ پٹنے کی سکت
آہ! لائی ہے کہاں حسرتِ دیدار مجھے

لذتِ سختیٔ تعزیر بھی ملجائے گی اب
وہ سمجھنے تو لگے اپنا گنہ گار مجھے

اوڈوائر کی طرح باندھ کے مشکیں سرِ راہ
مارشل لا کی قسم تجھکو نہ یوں مار مجھے

میں وہ پنڈت ہوں کہ اس دور کے کہتر مہراج
دور سے دیکھ کے کرتے ہیں نمسکار مجھے

آج کل مدِ نظر ہے مجھے صحت کا خیال
ورنہ پینے سے تو ہرگز نہیں انکار مجھے

کوشکِ گنگدم ہند کی برٹش سے ہے غرض
اس قدر جلد نہ فرمائیے مسمار مجھے

کردیا تلخیٔ امید نے ناکام مراد
مل گیا ذائقۂ شربتِ دیدار مجھے

خدمتِ قوم فروشی کو دعا دیتا ہوں
ورنہ اک عمر سے تھی حسرتِ دربار مجھے

تم سمجھتے ہو جو کچھ میری تمنائیں ہیں
میں کہوں کیا کہ نہیں جرأتِ اظہار مجھے

یاد کرنا جب اسیرانِ جفائے غم کو
بھول جانا نہ کہیں اے ستم یار مجھے

بیخودی تو نے پلا کر مئے مستانۂ عشق
کردیا سارے زمانے سے خبردار مجھے

آتش افروز ہے کیا گرمیٔ بازارِ وفا
پاکر اک جان کے گاہک کے خریدار مجھے

کیا عجب انڈین اوشن میں ڈبو دے اک روز
آرزوئے عرب و فارس و تاتار مجھے

یہ حکومت نہیں اک طرح کی قزاقی ہے — لوٹنے ہی کے لئے آئے ہیں سرکار مجھے
کرنے والے ہیں یہ برگشتۂ راہ مقصود — ہو گیا تجربۂ سبحہ و زنار مجھے

جیل خانے میں ہوں سسرال کی مانند اے حق
کوئی تکلیف یہاں پر نہیں زنہار مجھے

انھیں کیا کس طرح ہم بیکسوں کے دن گذرتے ہیں — اگر جیتے ہیں جیتے ہیں اگر مرتے ہیں مرتے ہیں
یہ عزت کوئی کم ہے شیخ صاحب جس پہ مرتے ہیں — کلکٹر بھی جب ان سے ملتے ہیں شیک ہینڈ کرتے ہیں
جو ہمدردِ وطن ہیں اور آزادی پہ مرتے ہیں — نہ انکو جیل کا غم ہے نہ وہ پھانسی سے ڈرتے ہیں
تمہارے عہد کا پیمان کا وعدے کا قسموں کا — یقیں کیا ہو نگاہیں کہہ رہی ہیں ہم بدلتے ہیں
کھڑے ہو کر جنھیں پیشاب کرنا بھی نہیں آتا — وہ ناحق کرسیوں پہ بیٹھنے کی مشق کرتے ہیں
وہ اپنی چتونوں کو اپنی آنکھوں کو نہیں کہتے — مجھی پہ ناشکیبائی کا اور الزام دھرتے ہیں
ہیں جنکے سامنے دفعاتِ آئینِ خداوندی — کہیں وہ مارشل لا اور رولٹ بل سے ڈرتے ہیں
پڑا ہے اب وہ نقشہ آکے شطرنج محبت میں — عدو جو چال چلتا ہے ہم اسکو مات کرتے ہیں
وفاداری ہماری یاد بھر آنے کی خاطر ہے — ہم ان سے عشق کیا کرتے ہیں اپنا پیٹ بھرتے ہیں
چمن میں جب تسلط ہو چکا صیاد و گلچیں کا — چمن والے گل و بلبل کا ناحق ذکر کرتے ہیں
یہ شوخی یہ شرارت یہ دل آرائی کہاں ان میں — مسوں کے چاہنے والے کہیں حوروں پہ مرتے ہیں
کسی نے آج تک بحرِ الم کی تھاہ بھی پائی — خدا ہی جانتا ہے کیونکر اسکے پار اترتے ہیں
"شغال پالسی" یہ اپنی روبہ بازیاں چھوڑے — کہ اب شیرانِ حریت کوئی دم میں بپھرتے ہیں

وہ جب مہندی لگا کر بیٹھ رہتے ہیں شب وعدہ ۔۔۔ نہ پوچھو میری امیدوں کا کیا کیا خون کرتے ہیں

جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے جبر و ظلم کرتے ہو ۔۔۔ جہاں تک ہم سے بن پڑتا ہے ضبط و صبر کرتے ہیں

وہ گل رخسار جنکے باغ میں بلبل چہکتے تھے ۔۔۔ اب انکی قبر کا سبزہ گدھے اور بیل چرتے ہیں

ہے سن انیس سو بائیس (۱۹۲۲) کا آغاز اے احمق

ہم آج اک دوسری دنیا میں گویا پاؤں دھرتے ہیں

یہاں گلچیں کا کھٹکا ہے نہ کچھ صیاد کا ڈر ہے ۔۔۔ قفس میں ہم کو اطمینان آزادی میسر ہے

ہمیں روٹی نہیں ملتی انھیں حلوا میسر ہے ۔۔۔ یہ اپنی بدنصیبی ہے وہ غیروں کا مقدر ہے

وفور شوق ہے دل بھی تپاں ہے آنکھ بھی تر ہے ۔۔۔ وہ آنے والے ہیں یا جانے والے جان مضطر ہے

دو عملی میں جناب شیخ کو اب زیست دوبھر ہے ۔۔۔ ادھر اس بت کا کھٹکا ہے ادھر اللہ کا ڈر ہے

غلامی نے ہمیں اس خیطے پر لاکے پہنچایا ۔۔۔ کہ آزادی نہ ہو تو زندگی سے موت بہتر ہے

بڑے صاحب کا استفسار میں سمجھا نہیں لیکن ۔۔۔ مرے سر کو ہے جنبش اور میرے لب پہ "یس سر" ہے

تلاش علت و معلول نے مطلب کیا غائب ۔۔۔ بس اب یہ بحث ہے یہ کس طرح ہے اور یہ کیونکر ہے

خلیفہ کی اطاعت میں خلافت کی حفاظت میں ۔۔۔ مسلمانو تمہاری زندگی کا راز مضمر ہے

گئے وہ دن کہ چمپا اور نرگس کی بہاریں تھیں ۔۔۔ بس اب یاسمین ہے اس انجمن میں یا لونڈر ہے

رقیب روسیہ کی صورت و سیرت معاذ اللہ ۔۔۔ بلا تشبیہ وہ لنگور کی اولاد بندر ہے

تلاطم خیزی طوفان حسرت پوچھتے کیا ہو ۔۔۔ یہاں کا مد و جزر اٹلانٹک سے بھی سوا تر ہے

مری آنکھوں میں نقشہ کھنچ رہا ہے مہ جبینوں کا ۔۔۔ مرا جذب تصور کیا ہے اک فوٹوگرافر ہے

تمھیں مشق ستم مدنظر ہے تو یہاں آؤ
مرا دل ہدف تیغ و دشنہ و شمشیر و خنجر ہے

سنبھل اے آسماں پتلون کے تسمے ذرا کس لے
کہ میری آہ سوزاں اب میرے گھٹنے سے باہر ہے

بہت دشوار ہے قطع رہِ آزادیِ الفت
یہاں کچھ گردنوں کی حاجت "اپیل" ہر قدم پر ہے

وہ انڈر راج تھے تو چاہنے والے تھے سب انکے
اب اُؤٹ دَراج ہیں تو ہر طرف سے لعنت اُن پر ہے

ادھر کچھ گردنیں ہیں کٹنے والی اور خاموشی
اُدھر کچھ قاتلِ سفاک ہیں اور شور محشر ہے

حقیقت کچھ نہیں اسکے سوا "راؤنڈ ٹیبل" کی
ہمارے سر پہ فکر ڈی بھیڑیے کا "گول دفتر" ہے

خدا کی شان کپڑا بھی ہمیں بننا نہیں آتا
کفن کے واسطے بھی احتیاجِ مانچسٹر ہے

وہی چرچے وہی فکریں وہی سب کام اے احمق
فتح گڑھ جیل کیا ہے کانگریس والوں کا دفتر ہے

دشمنِ جاں اضطرابِ قلبِ مضطر ہو گیا
دو گھڑی جینا مجھے فرقت میں دوبھر ہو گیا

ہو کے قانع آدمی مستغنیِ زر ہو گیا
اُس گلی کی خاک پالی کیمیا گر ہو گیا

پڑھ کے انگریزی دماغ اسکا فلک پر ہو گیا
جانتا ہے خود کو باورچی کہ "بٹلر" ہو گیا

حسبِ خدمت پالیا ملت فروشی کا صلہ
کوئی ڈپٹی بن گیا، کوئی کلکٹر ہو گیا

یہ خبر کیا تھی کہ دردِ دل ہے وجہ زندگی
مر گیا میں جب سکونِ قلبِ مضطر ہو گیا

خستگی پر بھی یہ ہمت ہے کہ عاشق کا غبار
لگ کے اُس دامن سے ہمرفتار موٹر ہو گیا

تم سمجھتے ہو یہاں بھی ہم نکلجائینگے صاف
عرصۂ محشر نہ ٹھہرا غیر کا گھر ہو گیا

جو نہ ہونا چاہئے تھا مجھکو اے تہذیبِ نو
میں تری تقلید کے سانچے میں ڈھلکر ہو گیا

کیا یہی عہدِ وفا ہے او بُتِ پیماں شکن
جمعہ کا اقرار اور اس کو سنیچر ہو گیا

رنگِ محفل سست، ساقی بیخبر، مینا تہی
ہم کب آئے بزم میں جب دورِ ساغر ہو گیا

قبرِ اسکندر کی بربادی کے سُنکر واقعات
حسرتِ دُنیا کا حال آئینہ مجھ پر ہو گیا

کچھ بچا بھی پیٹ سے ہم بے نواؤں کو تو وہ
نذرِ جاپان و فرانس و مانچسٹر ہو گیا

کر گئی برباد ہندوستاں کو ٹیکسِ سلطنت
کیا پھلا پھولا چمن پامالِ صرصر ہو گیا

صُحبتِ صالح میں رہ کر ہو گئی اصلاحِ حال
میں گدھا تھا شیخ کے پاس آ کے خچر ہو گیا

میری یہ قسمت، مرا یہ بخت میرا یہ نصیب
مجھکو حیرت ہے تمھارا وصل کیونکر ہو گیا

مرحبا صد مرحبا اے نرگسِ جادو دست
تو نے جسکو اک نظر دیکھا مسخر ہو گیا

میں مرصع ہو کے کوٹ و مفلر و پتلون سے
آدمی تو کیا بلا تشبیہ بندر ہو گیا

کس کی زلفوں کی یہ خوشبو ہے کہ اے بادِ صبا
آج عاشق کا مشامِ جاں معطر ہو گیا

اس قدر خوش ہیں میاں احمق کہ جسکی حد نہیں
جیل خانہ ان کو گویا خسر کا گھر ہو گیا

آوارہ پھرو گے دلِ مضطر سے نکلکر
تم چین نہ پاؤ گے مرے گھر سے نکل کر

زندہ کوئی آیا بھی ہے اس گھر سے نکلکر
بھاگ آئے ہیں ہم اپنے مقدر سے نکل کر

شاید مری تقدیر میں پڑنے کو ہیں پیچ
او شوخ تری زلفِ معنبر سے نکل کر

اللہ رے مرے نامۂ مخفی کی تباہی
اب غیر کے ہاتھوں میں ہے بستر سے نکل کر

جاتے ہوئے اغیار کے گھر منہ نہ چھپاؤ
دھوکا تو نہ دو مجھکو برابر سے نکل کر

در اصل جو پوچھو تو اب اسرار ترقی	کھدر میں ہیں نکٹائی و کالر سے نکل کر
اندر ہی سے تم مجکو سناؤگے ہزاروں	یا آؤگے باہر بھی ذرا گھر سے نکل کر
یہ تیرے دہن کی ہے مہک ثابت بدخو	بو تیل کی پھیلی ہے کنستر سے نکل کر
کر لینگے اگر صلح گورنمنٹ سے اس وقت	ہم گو میں لتھڑ جائینگے گوبر سے نکل کر
ہم فاقہ کشوں پر بھی ذرا اک نگہ لطف	اے شیخ کبھی بزم مزعفر سے نکل کر
ہوتی ہیں سراسر غلط اور جھوٹ جو خبریں	آتی ہیں وہ رپوٹر ہی کے دفتر سے نکل کر
پابند خم زلف کو کیا فکر رہائی	جائیگا کہاں اب وہ بڑے گھر سے نکل کر
رستے میں کوئی چور سمجھکر نہ پکڑ لے	جاتے ہو کہاں رات کو اب گھر سے نکل کر
پہنچینگے جہنم کی تباہی میں اگر ہم	جائینگے رہ شرع مطہر سے نکل کر
یہ کس کو خبر تھی کہ محبت میں ابھی سے	یوں "خول" پر آجاؤگے تم "سر" سے نکل کر
گو راہ رہ عشق بہت سست ہے لیکن	جا سکتے ہیں آگے تیرے موٹر سے نکل کر

اس گوشہ نشینی سے ہے کیا فائدہ احمق
کرنا ہے اگر کچھ تو بس اب گھر سے نکل کر

نہ دیکھوں میں تمھیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا	جسے آنکھیں خدا نے دی ہیں اندھا ہو نہیں سکتا
اگر گورے کا ہمسر ایک کالا ہو نہیں سکتا	تو ظاہر ہے کہ انصاف آدمی کا ہو نہیں سکتا
کسی صورت میں آؤ ہم تمھیں پہچان ہی لینگے	ہمیں برق و چراغ و گل کا دھوکا ہو نہیں سکتا
جفا وہ تھی کہ تم نے میرے دلپر آفتیں ڈھائیں	وفا یہ ہے کہ مجھ سے ذکر اسکا ہو نہیں سکتا

خیالِ کونسل بھی شیخ کو ہے پاس مسجد بھی
یہ بیچارہ دو عملی میں کہیں کا ہو نہیں سکتا

ترے تیوروں نے یہ دھوکا مجھے اکثر دیا گو میں
سمجھتا ہوں لبِ تصویر گویا ہو نہیں سکتا

یہ مغرب کے چمرگدھ سب ہمانما گو ہیں لیکن
ترا ہمسر کوئی اُلّو کا پٹھا ہو نہیں سکتا

چمن کتنے ہی داغِ لالہ و نرگس دکھا ڈالے
مگر وہ گلشنِ جلیانوالا ہو نہیں سکتا

ہمیں ان مدرسوں سے جو ملیگا ہم سمجھتے ہیں
مگر یہ ہے تمہیں قلیوں کا ٹوٹا ہو نہیں سکتا

ابھی سے کیا ضرورت پڑ گئی راؤنڈ ٹیبل کی
ابھی تو فیصلہ میرا تمہارا ہو نہیں سکتا

وطن کی خاک کے ہر ذرہ کا حق آدمی پر ہے
کوئی اس بوجھ سے ملکر بھی ہلکا ہو نہیں سکتا

ہمارا دل تمہارا ہو گیا کیا اسکو کہتے ہیں
ذرا پھر تو کہو کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

خدا نے ختم فرما دی ہیں ساری خوبیاں تجھ پر
سوا تیرے جہاں میں کوئی تجھ سا ہو نہیں سکتا

لگا ہوں میں پھر ریل میں آنکھیں خوش آئیں
یہ بیباکی پھر ان کا مجھ سے پیدا ! ہو نہیں سکتا

وہ اب بستر اٹھائیں اور سیدھی طرح گھر جائیں
ہمارے ہاں بسر اب ان کا گزارا ہو نہیں سکتا

مجھے پامال کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ رکھو
کہ مٹ سکتا تو ہے انساں مٹیا ہو نہیں سکتا

یہ کیسی شورشیں ہیں ملک کے دل میں یاس و حسرت
یہاں شاید نفاذِ مارشل لا ہو نہیں سکتا

ستم پیشہ، جفا جو، فتنہ پرور، بیوفا، بدخو
کوئی دنیا میں ہو سکتا ہے تجھ سا؟ ہو نہیں سکتا

کہاں کا نام ڈیلیس اور کیسی شانتی حمق
میاں! ہم سے تو ضبطِ جورِ بے جا ہو نہیں سکتا

شیخ جی بس بیٹھے اذکار رہنے دیجئے
بے محل توبا و استغفار رہنے دیجئے

پالسی کی ملک میں بھر مار رہنے دیجیے
بادشاہت کیجیے بیوپار رہنے دیجیے

خانۂ دل میں خیالِ یار رہنے دیجیے
اس مکاں میں یہ کرایہ دار رہنے دیجیے

آپکا عاشق اٹھاؤں ناز دشمن کے چہ خوش
مجھ سے ڈیوٹی لیجیے بیگار رہنے دیجیے

بیٹھکر انگلینڈ میں کیجے وہاں کا انتظام
آرزوئے فارس و تاتار رہنے دیجیے

باعثِ تسکینِ دل ہے سینۂ عاشق میں درد
ڈاکٹر صاحب اسے بیمار رہنے دیجیے

اللہ اللہ آپ مجھکو قتل کرنے آئے ہیں
لائیے، رکھدیجیے تلوار رہنے دیجیے

ہیڈ کر دیجیے عدو کو شہر میں لیکن مجھے
گاؤں کا اپنے ہی چوکیدار رہنے دیجیے

حضرتِ دل منزلِ عشق و محبت دور ہے
تیز چلیے سستیِ رفتار رہنے دیجیے

شیخ صاحب آپ پر کھلتا نہیں پتلون کو
بس وہی انگا وہی شلوار رہنے دیجیے

جا نہیں سکتی عدو کی سستیِ اعصابِ عشق
روغنِ زرنیخ و سم الفار رہنے دیجیے

جانتا ہوں آپ کو مجھ سے محبت ہے مگر
یہ ضرورت سے زیادہ پیار رہنے دیجیے

مجھکو اپنا سست چھکڑا ہی کافی ہے حضور
آپ اپنی تیز موٹر کار رہنے دیجیے

چشمِ دشمن کو مبارک آئی لوشن ڈراپ
مجھکو اپنی آنکھ کا بیمار رہنے دیجیے

آپ ٹھہر جائیں شاید سن کے میری داستاں
حالِ دل کا مجھ سے استفسار رہنے دیجیے

خاک بھی ہوتا ہے جلکر خرمنِ امید غیر
آہ کو کچھ دیر شعلہ بار رہنے دیجیے

لوٹ ہی کر چھوڑیگا گلشنِ ہندوستاں
اس چمن میں کچھ تو برگ و بار رہنے دیجیے

دوڑتا آئیگا احمق آپکا خط دیکھ کر

اسکو کارڈ بھیجدیجئے، تار رہنے دیجئے

کیا فرمایا، الفت میں ایجان کوئی دستور نہیں
میں تو ہوں مجبورِ وفا پر آپ اگر مجبور نہیں

عشق کا یہ آئین وفا کا ہرگز یہ دستور نہیں
تم سے ترکِ محبت کرکے زیست مجھے منظور نہیں

سبزہ خطوں کی الفت میں تلخیٔ غم منظور نہیں
زہر بھی کھالوں میں تو مجھ سے ہجر بتوں کی دور نہیں

وصل پہ تم مجبور نہیں ہنوز لیست پہ ہم مجبور نہیں
تمکو وہ منظور نہیں ہے ہمکو یہ منظور نہیں

جائیے بس رہنے بھی دیجئے مجھسے اُٹھے دشمن کے ناز
عاشق ہوں اے بندہ پرور بیگانگی مزدور نہیں

چارہ گر صحت کا خواہاں ہے تو نمک بھر زخموں میں
مرہم جنبر کا کام کرے وہ دل ایسا ناسور نہیں

میں ہر وقت اس بت کو اپنے پیش نظر ہی پاتا ہوں
دل میں حسین کا گھر ہو کوسوں دور بھی ہو تو دور نہیں

توڑ کے اے صیاد قفس کو جا سکتی ہے گلشن میں
گو معذور ہے بلبل لیکن اتنی بھی معذور نہیں

تم کو بھی ہیں سیکڑوں عاشق مجکو بھی ہیں صدہا معشوق
ہاں میں بھی پابند نہیں ہوں ہاں تم بھی مجبور نہیں

ناز اُٹھاؤں جور سہوں شکوہ نکروں خاموش رہوں
یہ شرطیں ہیں عاشق ہونیکی تو مجھے منظور نہیں

راہ لے اس کوچے کی تڑپتا چھوڑ گئے مجکو فرقت میں
سچ تو یہ ہے تجھ سے ایدل یہ بھی کوئی دور نہیں

بے مطلب کون اتنی ریاضت کر سکتا ہے دنیا میں
بالکل جھوٹ کہ تجکو زاہد خواہشِ قصر و حور نہیں

حشر میں ملنے کا وعدہ کر بیٹھے وہ گھبرائینگے کیا
یہ تو انکو باور ہے عاشق کا نالہ صور نہیں

لائڈ جارج تو اپنے بس پر سب کچھ کرتے ہیں لیکن
بربادی اسلامیتوں کی اللہ کو ہی منظور نہیں

دشمن ہی کو مبارک ہو حرص اعزاز و خطاب احمق
حمداً للہ، شکراً للہ، مجکو یہ "باسور" نہیں

یہ وہ غزلیں تھیں جو ۲۲ر دسمبر سے ۱۰ر جنوری تک فتح گڈھ سنٹرل جیل میں کہیں ۱۰ر کو آگرہ کا کوچ ہوا اور اسکے بعد جو غزلیں ہیں وہ ۷ر مارچ تک کی ہیں چونکہ آگرہ میں مشاعرہ وغیرہ کا سلسلہ تھا اور بڑے بڑے قابل آدمیوں کی جمعیت تھی۔ اسلئے یہاں بہت ہی غزلیں ہو گئیں۔ اب جہاں ہوں نہ وہاں کوئی سوسائٹی ہے نہ کوئی سامان تفریح۔ اگر فیض آباد پہنچ جاؤں تو بسا غنیمت ہے۔

ساہنے سے مدعی کی بزم میں جلتے ہوئے
وہ نکلجاتے ہیں میرے دل کو تڑپاتے ہوئے

کونسل میں شیخجی پہنچے جو اٹھلاتے ہوئے
خوف سے شیطان بھاگے ٹھوکریں کھاتے ہوئے

ہیں نگاہِ ناز کے بھی تیر کیا خارا شگاف
پار کر جاتے ہیں سینہ دل کو برماتے ہوئے

میں کوئی ہوا نہیں جو آپ کو کھا جاؤنگا
آپ گھبراتے ہیں ناحق میرے پاس آتے ہوئے

دیکھئے ان بندروں کی ہیئتِ میمونیت
کیا بھلے معلوم ہوتے ہیں یہ غراتے ہوئے

باوجود اس اتقائے خاص کے بھی شیخ جی
بارہا پکڑے گئے ہیں اسکے گھر جاتے ہوئے

آہ ہے شاید تمھیں اس بات کا باور نہو
میں نے دیکھا ہے پہاڑوں کو بھی اڑ جاتے ہوئے

کیا سدیشی تار پیڈو میں نہیں اتنا بھی زور
ڈوب جائیں مانچسٹر کے جہاز آتے ہوئے

پاٹ بھی کرتے ہیں پنڈت جی تو گھر میں بیٹھکر
اب وہ ڈرتے ہیں شوالے میں بھجن گاتے ہوئے

ٹھیر کر دیکھو گے بھی دل کے تڑپنے کا مزا
یا گزر جاؤ گے یونہی تیر برساتے ہوئے

ایسے وعدے سے تو اچھا تھا کہیں انکار وصل
دو مہینے ہو گئے ظالم کو ٹرخاتے ہوئے

ضبط کونسل نے دوالا ہی دیا ان کا نکال
نذرانے سیٹھ جی کے سب ہی کھاتے ہوئے

ہے محلے میں رقیبوں کے ہمارا بھی مکاں ۔ اُس طرف بھی آ نکلیگا اُدھر جاتے ہوئے

اُسنے جنبش دی لبِ جاں بخش کو میں جی اُٹھا ۔ یوں نہ دیکھی ہوگی ذرہ تن میں جاں آتے ہوئے

ریل گاڑی میں لکھی ہے ہمنے احمق یہ غزل
فتحگڈھ سے آگرہ کی جیل کو جاتے ہوئے

ضبط گیسو ہوا عشقِ رخِ جاناں نہ ہوا ۔ مجھکو پیچش ہی ہوئی شکر ہے یرقاں نہ ہوا

سوئے ظن غیر کی جانب کسی عنواں نہ ہوا ۔ آدمیت سے گذر کر بھی وہ انساں نہ ہوا

کلمہ گو جو ترا اے رخِ جاناں نہ ہوا ۔ اہلِ ایماں بھی ہوا وہ تو مسلماں نہ ہوا

صلۂ قوم فروشی کی تمنا ہی رہی ۔ مر مٹا شیخ خوشامد میں مگر خاں نہ ہوا

گلِ عارض پہ ترے بلبلِ شیدا کی طرح ۔ ایک الّو بھی تو کمبخت غزلخواں نہ ہوا

مجھکو حیرت ہے ترے عہد میں اے دورِ صلیب ۔ کیوں ابھی آرڈرِ ضبطیِ قرآں نہ ہوا

لائیں گے اپنی ضرورت کو کہاں سے اسلحہ ۔ کیا کرینگے اگر امریکہ و جاپاں نہ ہوا

جیل خانے کے چنے جسنے کبھی چاب لئے ۔ پھر وہ صاحب سے مٹن چاپ کا خواہاں نہ ہوا

اہلِ یورپ نے کیا ہے وہ تماشا جو کبھی ۔ آپکے باپ سے بھی حضرتِ شیطاں نہ ہوا

نہ قفس کی تجھے پروا ہے نہ صیاد کا خوف ۔ شکر کر زاغ کہ تو مرغِ خوش الحاں نہ ہوا

چار خانے کا وہ ٹکڑا بھی ہے کیا خوب کہ جو ۔ دامنِ یار ہوا میرا گریباں نہ ہوا

لب آنر نے کیا مجھکو نہ ممتاز خطاب ۔ ہیرے تمغے سے مرے درد کا درماں نہ ہوا

دشتِ وحشت تو مجھے بھول ہی بیٹھا تھا مگر ۔ تو بھی اے جوشِ جنوں سلسلہ جنباں نہ ہوا

چارہ گر اس لئے روتے ہیں کہ بیمارِ فراق ۔۔۔ تختۂ مشق بنفشہ و چپستاں نہوا

مرگیا موت سے پہلے ہی شبِ ہجر احمق

ملک الموت کا شرمندۂ احساں نہوا

تری ہیئت کے نقشے جسکی آنکھوں میں سمائے ہیں ۔۔۔ عجب کیا ہے اگر اُسنے کبھی بندر نچائے ہیں

اسیرِ دامِ گل کے واسطے پھندے لگائے ہیں ۔۔۔ مرے صیاد نے بلبل بھی کیا اُلّو بنائے ہیں

بحمد اللہ کہ اس نو انتخابِ بزمِ کونسل میں ۔۔۔ جنابِ شیخ نے سب سے زیادہ ووٹ پائے ہیں

مرے زخموں سے آخر کیا رقابت ہے کہ سرجن نے ۔۔۔ جہاں مرہم کی حاجت تھی وہاں ٹانکے لگائے ہیں

یہی تو ہیں جو سر نیچا کئے بیٹھے ہیں محفل میں ۔۔۔ یہی تو ہیں جنھوں نے عاشقوں کے دل چرائے ہیں

چمن جب نذرِ صرصر ہونے والا ہے تو اے بلبل ۔۔۔ یہاں یہ گھونسلے کسواسطے تونے بنائے ہیں

لہو سے تر بتر ہے چپہ چپہ خاکِ یوناں کا ۔۔۔ سمرنا کی زمیں کے قطرۂ خوں رنگ لائے ہیں

خدا رکھے تجھے اے باغبانِ باغِ حریت ۔۔۔ زمینِ شورِ ہندوستاں میں کیا پودے لگائے ہیں

وفا کا امتحاں گو سخت تھا لیکن میاں کلو ۔۔۔ خدا کا شکر ہے کالج میں سب سے نمبر لائے ہیں

خدا توفیق دے اصلاح کی ان ماڈریٹوں کو ۔۔۔ یہی حضرات سارے ملک میں ہلڑ مچائے ہیں

مزا لوٹا نہیں گلچینیٔ باغِ محبت کا ۔۔۔ ابھی تک آپنے اے جانِ من کوّے اڑائے ہیں

محبت میں نہ پوچھو کسطرح گذرے ہیں دن اپنے ۔۔۔ خدا ہی جانتا ہے جسقدر صدمے اٹھائے ہیں

رہا کرتا ہے شعر و شاعری کا رات دن چرچا

مزے میں ہیں ہم احمق آگرہ میں جب سے آئے ہیں

خداوندا تعلق کچھ تو حسن و عشق کا کر دے
مجھے بندر بنا دے یا انھیں کو تو گدھا کر دے

کہیں سے مانگ کر دے، مول لیکر دے، چرا کر دے
بہر صورت انھیں دل چاہیئے دل کوئی لا کر دے

وطن پہ جان دیدے، حریت پر دل فدا کر دے
جو انساں ہے تو پھر انسانیت کا حق ادا کر دے

نگاہِ زہر آلود حسیناں اے معاذ اللہ
اگر امرت بھی ہو تو شاید اسکو سنکھیا کر دے

بہت قابض ہے خوانِ نعمتِ مغرب کا حلوا بھی
عجب کیا عاشق ہیضہ اسکی سقوطِ اشتہا کر دے

مری جانب سے اکثر سوئے ظن رہتا ہے لوگوں کو
ترے قربان اے زاہد مجھے بھی پارسا کر دے

وہ گھر جانے کو ہیں لیکن کوئی ایسا نہیں ملتا
جو دو روٹی پکا کر ساتھ ان کے ناشتا کر دے

دلِ عاشق فراغت کی جگہ ہے تم جو فرماؤ
وہ اس گھر کو تمھارے واسطے بیت الخلا کر دے

سماقِ دہر پر دستِ فلک تشایث ڈالوں کو
مزا ہو اس قدر رگڑے "سفوفِ تمر ہلا" کر دے

مریضِ عشق کو اچھا نہیں یہ مسہل اے اکبر جن
ذرا سا اوپیم بھی شاملِ مگنیشیا کر دے

اثاثہ جان و دل کا ہو چکا نیلام اب کوئی
تجھے کیا "ڈکمس" ہے دلائے عشق نظام اور کیا "ڈکری" دے

غضب ہوگی سکونِ مُلکِ دل میں شورشِ حسرت
نگاہ اسکی نفاذ رولٹ ایکٹ جا بجا کر دے

سدھانا بندروں کا اے قلندر سخت مشکل ہے
انھیں روٹی کا اک ٹکڑا ابھی دو گھنٹے نچا کر دے

مزے کی چیز ہے اہلِ ہوا لا کی جماعت بھی
جسے چاہے یہ لیڈر منتخب کر کے گدھا کر دے

وہ کچھ باتیں بنا کر دل مرا لیجانے والے ہیں
الٰہی دو گھڑی کے واسطے مجھکو گدھا کر دے

وہ تیرِ عشق بنکر انیہ قابو پا لیا میں نے
وہ ڈرتے ہیں کہیں ایسا نہو یہ بددعا کر دے

امیدِ شیخ لے غنچے الٰہی پھول ہو جائیں
ہوائے حسرتِ آخر کہیں کا رِ صبا کر دے

جلائے عشق! کیا اتنا بھی تجھ سے ہو نہیں سکتا — مرے دل کو کسی کی آرسی کا آئنا کر دے

محبت اور اُس بیدرد کی، بس چپ رہو احمق

وہ سُن پائے کہیں یہ بات تو آفت بپا کر دے

مدِّنظر ہے دل بس اسی کا یہ پیار ہے — ورنہ وہ چشم بوزنہ وش کس کی یار ہے

تیرے فراق میں عجب اک انتشار ہے — دل کو سکون ہے نہ جگر کو قرار ہے

جب سے مجھے تصوّرِ گیسوئے یار ہے — شپّر کی طرح نورِ سحر ناگوار ہے

دل ان کی تاک میں ہے وہ ہیں دل کی گھات میں — یہ عشق کیا ہے معرکہ گیر و دار ہے

ٹھوکر تری عدو ہی کو ہو وجہ دستگیری — میرے لئے تو باعثِ صد افتخار ہے

اللہ رے پاسبانِ درِ دوست کا ادب — گویا وہ کوئی عابدِ شب زندہ دار ہے

جب کوئی اونٹ دیکھتا ہے قیس دور سے — چلّاتا ہے کہ وہ مری لیلیٰ سوار ہے

اُس کی ہر اک نگاہ مرے دل کے واسطے — خنجر ہے، نیمچہ ہے، چھری ہے، کٹار ہے

دشمن کو شب میں گھر پہ سلایا نہ کیجئے — بندہ نواز! اسکے لئے اشتہار ہے

غیرِ کمینہ وش کی نجابت بھی کھل گئی — معلوم ہو گیا کہ وہ گھوسٹ چمار ہے

مجھکو بھی مرگِ غیر کا افسوس ہے مگر — کیا کیجئے مشیّتِ پروردگار ہے

کیا نازکی ہے او بُتِ اسلام کش تری — تکبیر زیرِ لب بھی سماعت پہ بار ہے

مصراعِ قدِ یار میں تعقید گو نپٹ — برجستہ ہے اگرچہ ذرا ناگوار ہے

خاکِ وفا ہے اور گدھے ہیں رقیب کے — کیا پائمالِ جور ہمارا غبار ہے

دل جمع کر کے صیغۂ الفت میں فیس شوق — لیسنس وصلِ یار کا امیدوار ہے

ہر بوم و شپرہ و زغن و زاغ و فاختہ — صیّاد! ترے تیرِ نگہ کا شکار ہے

احمق مجھے خجندی و عارف کی وجہ سے

زندانِ آگرہ چمنِ پُر بہار ہے!

چلا ہے اودھ کو نسل طلب کیا شادماں ہو کر — زمینِ کوئے آنریخ دیگی آسماں ہو کر

گلِ نوخاستہ پامالِ جورِ باغباں ہو کر — رہیگا میز پر گلدستۂ باغِ جناں ہو کر

متاعِ جانِ عاشق لوٹتے ہو پاسباں ہو کر — مری جاں ملک میں ڈاکا نہ ڈالو حکمراں ہو کر

جنابِ شیخ کی دستار ہے یا دامنِ تقوے — کوئی شے میکدے میں اُڑ رہی ہے دھجیاں ہو کر

ہمارے قطرۂ خوں زیبِ جبینِ خاتھ رہیں — رہیں افسانۂ عشق و جنوں کی سرخیاں ہو کر

شبِ وعدہ یہ کیا معلوم تھا یوں آ دھمکیگا — رقیبِ روسیہ کے ساتھ مرگِ ناگہاں ہو کر

لڑکپن ہی میں جنکو دل چُرا لینے کی عادت ہے — ڈکیتی پر آئینگے شاید وہ جواں ہو کر

کوئی نامہرباں ہو کر بھی اتنا کر نہیں سکتا — کیا ہے آپنے جو بندہ پرور مہرباں ہو کر

ہوائے شوقِ آزادی کے جھونکے یہ بتاتے ہیں — رہیگی سرزمینِ ہند باغِ بے خزاں ہو کر

کبڈی اور اکھاڑے کی بدولت جیلخانے سے — اسیرانِ وطن نکلینگے اک دن پہلواں ہو کر

تماشا ہے بایں بدہیئتی یہ مغربی گدڑے — مری آنکھوں میں رہنا چاہتے ہیں پتلیاں ہو کر

زمیں کے رہنے والوں کیلئے گویا ضروری ہے — رہینگے پائمالِ گردشِ ہفت آسماں ہو کر

مرا دل اور انکی آرزوئیں ہیں بہم، گویا — رہیں دو آدمی با قاعدہ بی بی میاں ہو کر

تعجب ہے مری آہیں فلک تک جا پہنچتی ہیں	ضعیف و خستہ و زار و نزار و ناتواں ہو کر
ہزاروں بیگناہوں کی لحد کھدوا کے دم لینگے	کبھی زلف کے پھندے ہیں گلوں کی پھانسیاں ہو کر
تری حسرت ترے عاشق کی وجہ زندگی ٹھہری	کبھی تسکینِ دل بنکر کبھی آرامِ جاں ہو کر
وہ کیا آتے مگر ہاں آگئیں ان کے تصور میں	دمِ آخر کچھ آہیں لب پہ اپنے ہچکیاں ہو کر
مرے گھر آگئے اُن کو یہ سبق تو مل گیا ہوگا	نہ جائینگے کہیں وہ بے بلائے میہماں ہو کر
ہزاروں تیر برسائے کلیجے پر بڑھاپے میں	غضب ڈھایا ترے قدِّ خمیدہ نے کماں ہو کر

بسنتی رنگ میں ڈوبا ہوا ہر شعر احمق کا
ہنسا دیتا ہے روتوں کو بھی کشتِ زعفراں ہو کر

برٹش کی حکومت میں ہے کیوں انصاف کا در بند	کہتا ہے جو سچ بات وہ ہوتا ہے نظر بند
ساقی نے جو بھیجے ہیں مجھے شیشۂ سر بند	کیفیتِ میخانۂ الفت ہے، مگر بند
دشمن کے لئے جب سے ہوا فتح برکفاسٹ	عاشق پر اُسی روز سے ہے بابِ ڈنر بند
تثلیث کے ہاتھو یہ تعجب تو نہیں ہے	توحید کی تعلیم بھی ہو جائے اگر بند
اک پردہ نشیں جب سے کرائے پہ ہے ہمساں	رہتا ہے مرا خانۂ دل آٹھ پہر بند
سر پیٹتی پھرتی ہے ترے جور کی فریاد	دروازۂ انصاف و عدالت ہے مگر بند
کس درجہ پشیماں ہوئے ہیں وہ سرِ بزم	پاجامے میں اتنا بھی نہ بودا ہو کمر بند
سجدے ہیں یہی گر ترے نقشِ کفِ پا کے	ڈر ہے کہ نہ ہو جائے تری راہِ گزر بند
میخانہ کا دروازہ تو وا ہے ابھی اے شیخ	کس طرح یقیں آئے کہ ہے توبہ کا در بند

ہمکو یہ خبر کیا تھی کہ ہم مثلِ عنادل
ہو جائینگے یوں فصلِ گل آتے ہی نظر بند

شب ہمکو کسی طرح بسر کرنی ہے ساقی
مسجد میں چلے جائینگے میخانہ ہے گر بند

ہے ڈاک یہ کیا سنسرِ قبلہ کی عنایت
آتا نہیں اب کوئی لفافہ مرا سر بند

اب چاشنیٔ شربتِ آنر نہ ملے گی
سُنتے ہیں کہ ہوتی ہے ولایت کی شکر بند

ہوتے ہیں جو حریتِ کامل کے فدائی
رہتے ہیں وہ محبوس، گرفتار، نظر بند

تم ہاتھ نہ سینے سے ہٹاؤ کہ مری جاں
مشکل سے ہے اس وقت مرا دردِ جگر بند

جب ہجر میں تڑپا یہ ندا آئی فلک سے
ہے تیری دعاؤں پہ ابھی بابِ اثر بند

صیاد کا بچپن بھی غضب ہے کہ چمن میں
بلبل کی جگہ زاغ و زغن ہوتے ہیں پر بند

کیا رُخ ہے عدو بازیٔ شطرنجِ وفا میں
وہ کشت پڑی آکے کہ سب ہو گئے گھر بند

احمق کی زباں بند کرو، ورنہ برابر
وہ جیل میں لکھے گا غزل رہ کے نظر بند

اِک زمانہ ہو گیا دل کی تمنّا دل میں ہے
مدتیں گزریں کہ یہ لیلیٰ اسی محمل میں ہے

شیخ کا سا مفلس و قلاش بھی کونسل میں ہے
حیف اُسیر جو ابھی اس سعیِ بے حاصل میں ہے،

تیری اس عزت کا خاکہ جو عدو کے دل میں ہے،
ہو بہو بس مارشل لا اور رولٹ بل میں ہے

جسکو ہوگا اُسکو ہوگا جان کے جانے کا رنج،
ہم تو خوش ہیں سر ہمارا دامنِ قاتل میں ہے

ایک ہے مجنوں کو لیلیٰ ہو کہ لیلیٰ کا خیال
بات صرف اتنی ہے وہ محمل میں ہے یہ دل میں ہے

غیر ہی کو صورتِ ماضی پہ مبارک ہو یہ رقص
حالِ وجد اپنا تو پنہاں لحنِ مستقبل میں ہے

اپیلی کیشن ہماری داخلِ دفتر ہوئی غیر کی درخواست سنتے ہیں ابھی فائل میں ہے

اب دمِ بسمل تڑپنے کی ملیں گی لذتیں مژدہ باد اے دل نمکداں بھی کفِ قاتل میں ہے

نمبری فتوے جہاں ہوتے ہیں ٹائپ وہ مشین دار الافتائے جناب "ایس پی ہال" میں ہے

دل کی قیمت چار پیسے بھی نہیں لگتے وہاں اک بیابانی جائے کی حسرت بھی اب تک دل میں ہے

ہائے وہ کہتا کسی کا سُن کے میرا مدعا تم سے ناحق ہم نے پوچھا کیا تمہارے دل میں ہے

بھق سے اُڑ جائے نہ آخر قصرِ تعمیرِ عراق اک ہوائے اشتعال انگیز بھی موصل میں ہے

غور سے یوں دیکھنے والے کسی کے سر کی چوٹ زخم وہ بھی تو ذرا دیکھیں جو میرے دل میں ہے

اے قضا فرصت میں آنا چاہئے تجکو ابھی روح پٹواری حساب ایکڑ و دشمل میں ہے

قحط کا غم، نوکری کی فکر، بچوں کا خیال سچ تو یہ ہے بھائی صاحب زندگی مشکل میں ہے

آپ چاہیں تو نکل سکتی ہے دل کی آرزو آپ نے مشکل میں رکھا ہے تو وہ مشکل میں ہے

رخنہ گر قسمت نہ ہو تیری تو لیلیٰ کا جمال دیکھ او مجنوں کہ روزن پردۂ محمل میں ہے

ہے کئی پشتوں سے حاصل اسکو اعزازِ وفا
مدتوں سے یہ خمیرِ احمق کی آب و گل میں ہے

میرے نالوں سے آشنائی کی شامت آئی ہے نارسائی کی

رات اور رات بھی جدائی کی عمر نے آج بے وفائی کی

یاس کی بے طرح صفائی کی شوق نے کیا ہی مو بلائی کی

محشرستانِ غم ہے دل میرا کس کی آنکھوں نے فتنہ زائی کی

عشق تجھ سے نہیں کیا میں نے　　بلکہ بندر سے آشنائی کی

کہہ رہا ہے یہ آپ کا انکار　　نوبت آئے گی ہاتھاپائی کی

عمر گذری قفس میں اے صیاد　　اب گئی آرزو رہائی کی

کشتیٔ دل کی بحر آتش میں　　لاٹ صاحب نے ناخدائی کی

جو دکھائینگے صورتِ نمرود　　ہے جنھیں آرزو خدائی کی

رخ تو تو نے ہے اور غازہ مگر　　گت بنی خوب پارسائی کی

ہائے تقریبِ وصل کیا ہوگی　　ان کو عادت نہیں مٹھائی کی

وہ جنانے پہ پھیرے گھٹتے ہیں　　اب کہو کس نے بے وفائی کی

دل کیا ہم نے نذر لارڈ جارج　　کیسے کھوسٹ سے آشنائی کی

مُنڈ گیا جا کر اسکے کوچے میں　　کیا حجامت ہوئی ہے نائی کی

سجدے کرتے ہیں غیر اللہ کو　　قدر کھوتے ہیں جبہ سائی کی

سچ تو یہ ہے کہ شیخ جی تم نے　　ناک کاٹی ہے پارسائی کی

جیل کے بعد پھر کہاں احمق
صحبتیں جوزف وڈسائی کی

سو فتیں اور ایک پیالہ شراب کا　　یارب برا ہو ساقیٔ خستہ مآب کا

یہ شکلِ زشت اور یہ تقاضہ نقاب کا　　اللہ حافظ آپ کی شرم و حجاب کا

ہندوستان میں دورہ ہے انقلاب کا　　احسان ہے ترے کرم بے حساب کا

بجپن ہی میں جب آتے ہیں عاشق حضور کے
گزریگا کس طرح سے زمانہ شباب کا

اس عہد میں فرشتہ صفت ہے وہ آدمی
ہے جسکے سر پہ بھوت حصولِ خطاب کا

آنکھوں نے رو کے نام ہی بالکل ڈبو دیا
گنگا کا، گھاگرا کا، اٹک کا، چناب کا

ہوں محو یادِ مصحفِ عارض کچھ اس قدر
کہنے لگے ہیں سب مجھے کیڑا کتاب کا

کب قابلِ ستائش الفت ہے حسنِ یار
اک شعبدہ تھا شوخیِ رنگِ نقاب کا

یہ ملکِ دل میں شورشِ رنج و غم و محن
دراصل پیش خیمہ ہے اس انقلاب کا

اتنا خزو ہو کے جواں اے تری پناہ
اب تو مزاج ہی نہیں ملتا جناب کا

شیخ اشتہار دیا نٹتے پھرتے ہیں شہر میں
نیلام ہونے والا ہے ٹھیکا شراب کا

کیوں ہو رہے ہیں اہلِ خرابات لوٹ پوٹ
ساقی کا پیٹ ہے کہ ہے مٹکا شراب کا

شیرینیٔ وفا نے مزا تلخ کر دیا
گڑ کا، شکر کا، قند کا، مصری کا، راب کا

پیدا ہوا جو آرزوئے وصلِ یار سے
گھر بس گیا مرے دلِ خانہ خراب کا

سقمونیا ہے ترکِ تعاون کی مسہلات
سودا نکال دینگے حصولِ خطاب کا

اربابِ حل و عقد حکومت کی پالیسی
کھوتی ہے خود دلوں سے اثر عتاب کا

وہ دن بھی خوب تھے کہ جب حسنِ مست شوخ
سکہ رواں تھا تیرے نظامِ شباب کا

طرزِ تبسم اس کا جو آتا اگر نہ وہ
غنچہ چٹک کے پھول نہ بنتا گلاب کا

احمق پہ ان کی سحر نگاہی کی کیا اثر
طالب جو ہوگا وہ خواہاں خطاب کا

پیری میں بھی جفا کی وہی آن بان ہے
پہلے جو تیر تھا تو وہ قد اب کمان ہے

دور سبو ہے اور وہ یوں بے تکان ہے
گویا جنابِ شیخ کے گھر کی دوکان ہے

برچھی میں دھار ہے نہ سروہی پہ سان ہے
کیا ہو مجھے خوشی کہ مرا امتحان ہے

آیا تھا کیوں زباں پہ مری انکے سامنے
وہ حرفِ آرزو کہ اب اک داستان ہے

تیرے بغیر حیف ہے مری زندگی محال
پھر اس میں کیا غلط ہے کہ تو میری جان ہے

مطلب یہ ہے کہ میں تو جلوں وہ ہو سرخرو
سگرٹ مجھے ہے اور رقیبوں کو پان ہے

باقی رہی نہ خاک بھی پامالِ جور کی
شاید زمینِ کوئے بتاں آسمان ہے

اے حسنِ یار حرمتِ ناموس چاہیے
تیری طرف سے عشق بہت بدگمان ہے

ممکن نہیں کہ بارِ عیادت اٹھا سکے
تیرا مریض ہجر بہت ناتوان ہے

اس چشم مست پر بھی بلیکٹینگ چاہیے
وہ بھی تو اک کھلی ہوئی مے کی دکان ہے

مجکو دکھا کے غیر پہ ہیں مہربانیاں
اچھا تو یہ کہو کہ مرا امتحان ہے

اللہ ری حسرتیں دلِ آزر پرست کی
صاحب بہادروں کی بھی آفت میں جان ہے

ذلت اٹھا کے غیر وفادار بن گیا
ہلدی جو پس گئی ہے تو اب زعفران ہے

اعزاز بھی خطاب بھی بسکٹ بھی چاء بھی
سچ پوچھئے تو غیر بڑا بھاگوان ہے

اے عالمِ تصورِ گیسو خدا گواہ
تو اپنے قیدیوں کیلئے "انڈمان" ہے

کس نے کہا تھا حضرتِ دل اسکو چاہیے
اب کیا کرے کوئی جو مصیبت میں جان ہے

احمق کو جورِ چرخ کا شکوہ نہیں کہ اب

اسیرِ جفائے یار بہت مہربان ہے

ظلم و جفائے یار کا خوگر بنائینگے
ہم دل کو ہو سکیگا تو پتھر بنائینگے

جو اپنے دل کو طالبِ آزر بنائینگے
دوزخ میں گھر وہ اپنا مقرر بنائینگے

کچھ تو پیامِ شوق کی تقریب اس سے ہو
ہم اپنے مرغِ دل کو کبوتر بنائینگے

تولینگے موتیوں میں غمِ ہجر یار کو
ہم قطرہ ہائے اشک کو گوہر بنائینگے

صاحب بہادروں سے بہت بھاگتا ہے دل
اب اسکو ڈیم فول کا خوگر بنائینگے

تہذیب مغربی کا اشارہ یہ مجھسے ہے
ہم آدمی سے اب تجھے بندر بنائینگے

اے ہجر یار مار کے تجھکو مرینگے ہم
تیری بھی تربت اپنے برابر بنائینگے

اہلِ پولیس کو ہے مری فکر کس لیے
کیا پھر وہ جعل اب کوئی مجھپر بنائینگے

سی آئی ڈی کی خدمت دیرینہ کے عوض
سی آئی ای وہ مجھکو مقرر بنائینگے

شیرینیٔ وفا کی ہے بہتات اگر یہی
حلوہ فروش گرد کو بھی شکر بنائینگے

کشتہ کیا ہے حسرتِ پابوسی میں جسے
کیوں اسکی کھال کا وہ سلیپر بنائینگے

دل کو تو پہلے اشکِ رواں نے ڈبو دیا
ان سے کہو کہ اب وہ کہاں گھر بنائینگے

بت کچھ خدا نہیں کہ ہمیں ان کا خوف ہو
آخر یہ کیا کسی کا بگڑ کر بنائینگے

تعزیر اگر دینگے مجھے جرمِ عشق پہ
پاجی، گدھا، سؤر، تو مقرر بنائینگے

نائی بغیر شیو تو ممکن تھا لیکن اب
روٹی وہ اپنے ہاتھ سے کیونکر بنائینگے

ہے بزمِ مے میں حاجتِ اربابِ دین بھی
ہم اس کلب کا شیخ کو ممبر بنائینگے

مجکو یہ کیا خبر تھی کہ آپ اے جناب عشق ‏ یوں ابتدا ہی میں مرے دم پر بنا ئینگے

امید ہے کہ حسرت ماتم کی قبر بھی ‏ احباب میرے میری برابر بنائینگے

احمق ہے جیلخانہ بھی کیا لطف کی جگہ

ہم اس میں کانگریس کا دفتر بنائینگے

محبت میں ادا کیا ناروا کیا ‏ دل آیا جب تو پھر اچھا برا کیا

مری حالت سے انکو واسطہ کیا ‏ وہ کیا جانیں وفا کیا ہے جفا کیا

میں اور دل تمکو دیدوں یہ کہا کیا ‏ عدو کی طرح ہوں میں بھی گدھا کیا

مری کشتی ہے بے پروائے ساحل ‏ تلاطم خیزئ بحر فنا کیا

سوال وصل پر یارو عدو کو ‏ یہ اس الّو کے پٹھے نے کہا کیا

جسے تم مدعی سمجھو بھلا وہ ‏ کرے تم سے بیان مدعا کیا

نوازشہائے آنر بخشتا ہوں ‏ شکایتہائے بیٹلہ کا گلا کیا

سب انکی قدردانی ہے وگرنہ ‏ مرا دل کیا ہے دل کا مدعا کیا

بڑے صاحب نے پوچھا ہے ہمیں آج ‏ نہ پوچھو اب ہمارا پوچھنا کیا

ہمارا دل ہے ہم چاہے جسے دیں ‏ میاں ناصح تمھارے باپ کا کیا

نہ پوچھو میں تمھیں کیوں چاہتا ہوں ‏ یہ پوچھو میں نے دیکھا تم میں کیا کیا

چلے کالج سے پہنچے کونسل میں ‏ ہماری ابتدا کیا، انتہا کیا

تم اپنے دست و بازو کو سراہو ‏ ہماری سخت جانی کا گلا کیا

مرے خط کے عجب معنی تراشے لکھا کیا تھا رقیبوں نے پڑھا کیا
خود ان کے سر میں خارش بھی نہیں تو کسی کو راہ چلتے چھیڑنا کیا
مجھے دیکھو فرشتہ بن کے نہ جاؤ نہیں دُنیا میں اب اہلِ وفا کیا
جنھیں ملتی ہے پنشن ان کو احمق
خیالِ پرسشِ روزِ جزا کیا

ہمارے دل کا کوئی قدرداں نہیں ملتا یہ اونٹ وہ ہے جسے ساربان نہیں ملتا
جہاں میں امن و اماں کا نشاں نہیں ملتا لٹیرے کو چین، تہ آسماں نہیں ملتا
کچھ ان کو اپنی جفاؤں پہ غیرت آئی ہے تو ڈوبنے کے لئے اب کنواں نہیں ملتا
قفس سے ہو کے رہا مرغ آشیاں برباد چمن کو ڈھونڈھتا ہے اور پتا نہیں ملتا
رقیب ہی کے لئے ہے یہ چائے اور بسکٹ ہمیں تو پان بھی اے میرجاں نہیں ملتا
جگر یہ تیرِ ستم کھانے کی تمنا ہے ستم یہ ہے کوئی ابرو کماں نہیں ملتا
اسی طرح وہ مرا دردِ عشق سن لیتے مگر مجھے کوئی افسانہ خواں نہیں ملتا
نکل کے گھر سے مرے اب یہ حال ہے ان کا تلاش پر بھی کوئی قدرداں نہیں ملتا
اب آئی ہے مری باری تو تنگ میں آنکھیں غضب یہ ہے کوئی خنجر رواں نہیں ملتا
ہمارے بعد یہ کیا ہو گیا کہ دنیا میں کہیں بھی مہر و وفا کا نشاں نہیں ملتا
جبینِ ناصیہ فرسائے جی حضوری کو درِ خطاب! ترا آستاں نہیں ملتا
نہیں ہیں چشمِ حقیقت سے دیکھنے والے وگرنہ وہ بُت کافر کہاں نہیں ملتا

وہ مرگِ غیر پہ اظہارِ غم کریں کس طرح
کرائے پر بھی کوئی نوحہ خواں نہیں ملتا

میں قیس ہوں کہ اٹھاؤں ترے شترِ غمزے
عبث مزاج ترا ساربان! نہیں ملتا

سُنتا ہے جاتے ہیں اب آگرہ سے فیض آباد
سکوں ہمیں کبھی "احمق میاں" نہیں ملتا

میرے دل پر اک عجب حیرت کا عالم کر دیا
ان نگاہوں نے یہ کیسا سحرِ پیہم کر دیا

اضطرابِ دردِ فرقت نے یہ عالم کر دیا
ہجر کی شب مجھکو اک برقِ مجسم کر دیا

دیکھئے جسکو لئے آتا ہے بہرِ نذرِ دل
چاہنے والوں نے انکا ناک میں دم کر دیا

رہ گیا قاتل بھی ششدر مُنہ ہمارا دیکھکر
اس طرح مقتل میں ہم نے امتحاں ختم کر دیا

میرے نامے کا تو مطلب صاف و واضح تھا مگر
پڑھنے والوں نے پڑھا ایسا کہ مبہم کر دیا

کیا بری شے ہے رعونت بھی ہزاروں آدمی
تھے، کہ جن کو اس نے شیطانِ مجسم کر دیا

اس خطا پر یعنی میں نے کیوں کیا اظہارِ عشق
اسقدر مارا مجھے اُس نے کہ بے دم کر دیا

تو نے اے عشقِ زنخدان ہتوار کے لب ایچ یہ ہے
سیب جیسی چیز کو ہم نرخِ شلجم کر دیا

مشتبہ ہیں کیا مری جانب سے اب بھی میرے دوست
اب تو میں نے اس جگہ کا بیٹھنا کم کر دیا

کیا قیامت کی یہ تو نے شوخیِ رفتارِ ناز
عاشقوں کو پائمالِ جورِ پیہم کر دیا

شیخ جی اس میں تہجد کی کرامت کچھ نہیں
پائنیر نے آپ کو مشہورِ عالم کر دیا

ملزمِ اُلفت اگر میں تھا تو مجکو مارتے
آپ نے راشن مرا کس واسطے کم کر دیا

کام آئی عاشقوں کے انکی دریوزہ گری
کچھ دنوں کے واسطے آٹا فراہم کر دیا

کم نہ تھا یونہی مراق اپنا کہ تو نے اے صبا
اور بھی کچھ گیسوئے جاناں کو برہم کر دیا

ہنس پڑیں بے ساختہ سن کر جسے اہلِ مذاق
لیجئے احمق نے وہ ساماں فراہم کر دیا

کیمپ میں بھی میں رہا کرتا ہوں ڈنر کے سوا
گالیاں بھی میری قسمت میں ہیں ٹھوکر کے سوا

ان کی تسکین ہو کس طرح سے آنر کے سوا
چین پایا بھی ہے مادہ نے کہیں نر کے سوا

حرص کو شر ہو تو دوزخ میں جلوں اے ساقی
مجکو کچھ اور نہیں چاہئے کنسٹر کے سوا

نامۂ یار کا مشکل ہے پہنچنا مجھ تک
تاک میں غیر بھی ہیں حضرتِ سپنسر کے سوا

نزع میں بھی ہے مجھے حرمتِ حسبِ قضا کا خیال
اب بھی کچھ منہ سے نکلتا نہیں "یس سر" کے سوا

اور ہی کچھ ہے طبیبو! مرضِ غم کا علاج
کاہو و خطمی و بابونہ و اذخر کے سوا

اور رکھا کیا مجھے پالش کا صلا کیا ملتا
حضرتِ بوٹ کی سرکار سے ٹھوکر کے سوا

وہ مرے دل سے جو نکلیں تو کہاں جائیں کہ اب
دوسرا گھر بھی نہیں ہے انھیں اس گھر کے سوا

دل اگر دے تو نہ دے مجکو خدا کچھ دل میں
خواہشِ ممبری و کونسل و آنر کے سوا

لکھ پتی ہو تو کرے ان کی محبت کا خیال
جانتے ہی وہ نہیں کچھ طلبِ زر کے سوا

حسنِ فیشن کے لئے سخت ضرورت ہے کہ کچھ
حسنِ صورت بھی ہو نکٹائی و کالر کے سوا

یہ مزید ان کی عنایت ہے کہ عاشق وہ اب
بدھ کو بھی مل لیا کرتے ہیں سنیچر کے سوا

بسکہ گرداب میں ہے کشتیٔ آئین شکنی
ناخدا کون بنے حسرت و جوہر کے سوا

جن دماغوں میں بسی ہے نئی تہذیب کی بو
عطر کیا بھائیگا اب ان کو لونڈر کے سوا

وہی صورت وہی عادت وہی نقشہ وہی رنگ
کس سے تشبیہ انھیں دیجئے بندر کے سوا

بس وہیں بیٹھ کے فرمائینگے تلقینِ صلوٰۃ
شیخ جائینگے کہاں بزمِ مزعفر کے سوا

عمر بھر ناصیہ فرسائے درِ دیر رہا
برہمن کو نہ ملا خاک بھی پتھر کے سوا

سخت ہے مسئلۂ ہند کی گتھی احمق
کون سلجھائے اسے ناخنِ خنجر کے سوا

وہاں شیخ محوِ مناجات ہے
شبِ لیلۃ القدر کی رات ہے

خیال اسکے گیسو کا دن رات ہے
ہمیں جیل میں بھی حوالات ہے

مری اس قدر کیوں مدارات ہے
مگر اس میں بھی کچھ نہ کچھ گھات ہے

الٹنے کو ہے مدعی کی بساط
بس اب دوسری چال میں مات ہے

وہ کہتے ہیں پچھلے ستم بھول جاؤ
یہ اچھی تلافیٔ مافات ہے

کسی طرح کاٹے سے کٹتی نہیں
قیامت کا دن ہجر کی رات ہے

وہ کھلجائینگے چار چھ بار میں
ابھی ان سے پہلی ملاقات ہے

عدو نے کہا ہے جو کچھ آپ کو
کہوں کیا بڑے شرم کی بات ہے

وہ کیوں آج ہیں اسقدر مہرباں
خدا جانے یہ آج کیا بات ہے

نہیں کوئی بدخواہِ ملک و وطن
مگر جن کو حرصِ خطابات ہے

وہاں چھپکے جاتا ہے غیر اسطرح
جو دیکھے یہ سمجھے ہستمات ہے

ہمیشہ رہا موردِ ظلمِ عشق
ترے عہد میں کیا نئی بات ہے

امامت بھی اب ممبری ہو گئی | یہاں بھی گورمنٹ [illegible]

برہمن ہی سے سیکھئے عشق اب | بتوں سے تو ترکِ موالات ہے

بہت دن سے آیا نہیں گھر سے خط
نمعلوم احمق یہ کیا بات ہے

ہنگامہ زارِ شوق دلِ زار ہو گیا | کیا دفعۃً یہ اے نگہِ یار ہو گیا

اس درجہ محوِ لذتِ آزار ہو گیا | احساسِ دردِ دل مجھے دشوار ہو گیا

سارے جہاں کا حال زمانے کی داستاں | خط کیا ہوا رقیب کا اخبار ہو گیا

یوسف کے دم سے گرمیٔ بازار تھی مگر | تو آ گئے اور رونقِ بازار ہو گیا

ان کا غبار خاک نشینانِ عشق سے | اتنا بڑھا کہ بیچ میں دیوار ہو گیا

غیر اور ضبطِ رازِ محبت محال تھا | آخر وہ جان دینے کو تیار ہو گیا

ہم جانتے تھے سہل ہے مرنا مگر نصیب | وہ بھی فراقِ یار میں دشوار ہو گیا

یورپ میں پالسی کا خزانہ تھا جس قدر | نذرِ عراق و فارس و تاتار ہو گیا

تاکیدِ ناز اٹھانے کی کیوں ہے رقیب کو | بندہ نواز عشق بھی بیگار ہو گیا؟

خوش ہوں کہ عشقِ زلف کی عزت تو مل گئی | گو سترہ الف میں گرفتار ہو گیا

اک گلبدن کے عشق میں کھائے ہیں اتنے داغ | سینہ ہمارا غیرتِ گلزار ہو گیا

جو کچھ تھا نقدِ زہد و ورع شیخ جی کے پاس | سب آج نذرِ قشقہ و زنار ہو گیا

فرقت بھی کیا بلا ہے کہ دل سا عزیز دوست | دشمن سے بڑھ کے جان کو آزار ہو گیا

کہتے ہو مدعی یہ نہیں چشمِ التفات
یہ تو صریح ظلم سے انکار ہو گیا

جاگیرِ نجد کام ہی آئی کہ آخرش
مجنوں کا خاندان زمیندار ہو گیا

ساقی کی ایک آنکھ کا اعجاز تھا کہ میں
بس ایک ہی پیالے میں سرشار ہو گیا

لکنت نے خوب کام بنا با دمِ وصال
انکار کرنے والے تھے اقرار ہو گیا

کیا پوچھتے ہو اس نگہِ نیم باز کو
اک تیر تھا کہ دل کے مرے پار ہو گیا

احمق امید کس سے محبت میں کیجئے
دل بھی جب اپنا اسکا طرفدار ہو گیا

شکل آئینہ نظر نہیں آتی
میری امید بر نہیں آتی

کیا سبب ہے کہ اسکے کوچے سے
میرے دل کی خبر نہیں آتی

قدِ موزوں کو جانتا ہوں کھجور
شاعری مجھکو کر نہیں آتی

سچ تو یہ ہے کہ آپ کو سچ بات
حضرتِ پانیر! نہیں آتی

ہائیں صد سالگی بھی زاہد کو
نیند ابھی رات بھر نہیں آتی

ہم اُسے دیکھتے ہیں آٹھ پہر
جسکی صورت نظر نہیں آتی

کیمپ کے بھی نہیں ہیں ہم گرچہ ہیں
چاپلوسی بھی کر نہیں آتی

پڑھتے ہیں کالجوں میں ساری عمر
قابلیت مگر نہیں آتی

شکل اس کی ذرا نظر آجائے
ایسی صورت نظر نہیں آتی

دیکھئے شامِ ہجر کے غمزے
کہ کبھی میرے گھر نہیں آتی

شیخ کی طرح وعظ فرما کر — مجکو جیب اپنی بھر نہیں آتی
دل لگی جانتے ہیں غیروں کی — دلبری میری کر نہیں آتی
ٹھوکریں کھا کے بھی مری تقدیر — کیا ہے جو راہ پر نہیں آتی
زخمِ دل کی بھی دیکھ بھال تجھے — ابھی اے چارہ گر نہیں آتی

ہجر میں تھی جو بات اے احمق
وصل میں کیوں نظر نہیں آتی

دور دورا ہے چمن میں ظلم و استبداد کا — خوب اُلّو بولتا ہے اندنوں صیّاد کا
سُن کے نالہ عندلیبِ آشیاں برباد کا — قہر ہو جائے گا بھر آیا جو دل صیّاد کا
جاؤ جاؤ مُنہ نہ کھلواؤ مری فریاد کا — ورنہ پھر شکوہ کروگے شکوۂ بیداد کا
فکر اسے گلچیں کی ہے کھٹکا اسے صیّاد کا — کون پرساں ہے چمن میں بلبلِ ناشاد کا
سُن بھی لو انجام میرے نالۂ و فریاد کا — حشر پر کیوں چھوڑتے ہو فیصلہ بیداد کا
بھول جانا وردِ الفت یاد رکھنا ظلم و جور — واہ کیا کہنا تری اس بھول کا اس یاد کا
یہ بھی ان سے ہو نہیں سکتا کہ مرگِ غیر پر — پاس کر دیں اک رزولیوشن مبارکباد کا
"باغ پالیسی" بنا کر حضرتِ ریڈنگ نے — سچ تو یہ ہے نام روشن کر دیا شداد کا
یہ بتاتا ہے کہ ہند آزاد ہونے کو ہے اب — قید میں ہونا جنابِ بوالکلام آزاد کا
بلبل اور اُلّو میں کر سکتا نہیں کچھ امتیاز — کیا قیامت ہے لڑکپن بھی مرے صیّاد کا
صبح سے تا شام رویا ہوں اکیلا بیٹھ کر — آج میں نے اُٹھ کے مُنہ دیکھا تھا کس ناشاد کا

جس قدر عزت اسیرِ زلف کی زنداں میں ہے — احترام اتنا تو ہو سسرال میں داماد کا
دیکھکر ایوانِ کونسل کی نمودِ کبر و زور — پھر گیا آنکھوں میں نقشہ جنتِ شداد کا
دید کے قابل ہے نظارہ فضائے ہند میں — گردشِ صد آسمانِ ظلم و استبداد کا
پسینے آئی ہے تربت میں مجھے سختیِ گور — لاٹ صاحب کی دہائی وقت ہے امداد کا
مدعی کے سر بھی شاید آج خارش ہے کہ آج — کر کے اظہارِ وفا طالب ہے ان سے داد کا
ہو جنازہ مغربی تابوت ہی کے ساتھ ساتھ — حسرتِ تاتار و شام و بصرہ و بغداد کا
جب قفس میں نو اسیرِ بوستاں داخل ہوئے — غل مچایا ہم صفیروں نے مبارکباد کا
مٹ گیا جب دل محبت میں مزا جاتا رہا — دوستی کا دشمنی کا لطف کا بیداد کا
ہمصفیروں کی جدائی شاق ہو جاتی مگر — ہے جو بیچاروں کے ٹولے میں مکاں صیاد کا

ختم ہونے کو ہیں احمق دوستوں کی صحبتیں
آگرے سے کوچ ہونے کو ہے فیض آباد کا

کیوں جیل میں نہ ہر سو نعرے لگیں خوشی کے — درشن دے رہے ہیں قسمت سے "رام داس جی" عہ
صدمے اٹھا رہے ہیں تلخیِ زندگی کے — جینا اگر یہی ہے ہم کیا کریں گے جی کر
طالب ہیں کونسل کے خواہاں ہیں ممبری کے — ہیں شیخ جی میں سارے اوصاف بزرگی کے
ہندوستاں کی قسمت ہے جلد کھلنے والی — چاروں طرف ہیں جلوے امن و آشتی کے
ہم جی حضوریوں کو سمجھیں برا تو کیوں کر — کتے سبھی مگر ہیں انگریز کی گلی کے

عہ رام داس جی گاندھی۔ آپ مہاتما جی کے تیسرے صاحبزادے ہیں ۲۸ فروری کو جیل میں تشریف لائے

عاشق پہ بھی عنایت دشمن سے بھی لگاوٹ
ہوتا نہیں یہ ان سے وہ ہو رہیں کسی کے

دل لیکے پھر یہ الٹا آنکھیں نکالنا بھی
صدقے نگاہِ جاناں کی بوزنہ وشی کے

کچھ وہ ہی جانتے ہیں کیا چیز ہیں حضرت
جو لوگ ہیں ہتکنڈوں سے واقف ہیں مالوی کے

تم کو بڑی قسم ہے اے ظالمانِ یورپ
باقی رہیں طریقے ہرگز نہ دشمنی کے

ریڈنگ اپنی چالیں بس اپنے پاس رکھیں
دیکھے ہیں خوب ہم نے یہ داغ پالسی کے

ایماں سے ہاتھ دھویا، مذہب ہے لات یاری
اے کاش ہم نہ پڑتے پھندے میں نوکری کے

یونہی بری ہے زاہد یا بادۂ محبت
دیکھی بھی ہو کبھی دن دو چار گھونٹ پی کے

بیدست و پا پہ اکثر چلتا ہے جن کا خنجر
چرچے ہیں اک جہاں میں انکی بہادری کے

یہ سب لگاوٹیں ہیں عاشق کے دل کی خاطر
ورنہ بتانِ خود بیں ہوتے ہیں کب کسی کے

ریڈنگ و مکس و چرچل، برکن ہیڈ، اوڈوائر
ہیں پانچ ناگ گویا یہ ناگ پنچمی کے

معشوق جس طرح سے چاہے اُسے نچائے
عاشق کو سب طریقے آتے ہیں بندگی کے

اغیار کی شماتت، احباب کی ملامت
دن کٹ رہا ہوں پورے الفت میں زندگی کے

چکھا نہیں جنھوں نے یورپ کا مزا ابھی
حیرت ہے کس بنا پہ [illegible] ہیں لیڈری کے

نکلینگے جیل سے ہم احسن سوراج لے کر
بیٹھے ہوئے وظیفے پڑھتے ہیں شانتی کے

چھیڑ کر اُسنے مسئلہ عشق میں اتحاد کا
کھول دیا بھرم تمام غیر ہوس نہاد کا

چاہئے انتظام خاص پاس کے انسداد کا
بس یہی اک طریق ہے قطع رہِ مراد کا

ڈر ہے مجھے کہ ہو نجائے روگ تمہیں بھی نام کا ۔ خون میں ہے رقیب کے سخت اثر فساد کا

یہ، کہ تمام ملک ہے گامزنِ رہِ مراد ۔ اک گلِ نو بہار ہے گلشنِ اتحاد کا

عمر گزر گئی کہ ہے ناصیہ سائے آستاں ۔ بہر خدا لحاظ کر بندۂ خانہ زاد کا

صوم و صلوٰۃ و صبر و شکر کا ہے اثر جو کمیٹی میں ۔ ووٹ کیا گیا ہے پاس شیخ پر اعتماد کا

کوہکن اور قیس ہیں بعد مرے چلیں گی خوب ۔ دیکھئے کیا ہو تصفیہ عشق کی جائداد کا

درپئے قتل یاس ہے جوشِ فزونِ آرزو ۔ منتظرِ وفا ع کو حکم ملے جہاد کا

غصہ و عجز و سرکشی سے ہے خمیرِ آدمی ۔ بسکہ یہ اک کرشمہ ہے آتش و خاک و باد کا

پٹنے کو جی میں ہے کہ ہے ان سے بیانِ دردِ عشق ۔ سر میں ہے خارش اس لیے ذکر ہے انکے داد کا

کرتے تھے منع اسی لئے دیکھئے رو پڑے نہ آپ ۔ لب لباب سن لیا عشق کی روئداد کا

جتنے سخن طراز ہیں مست خرامِ ناز ہیں ۔ یار کی ڈیڑھ ٹانگ میں لطف ہے مستزاد کا

جب سے ہے یاد زلف و رخ متحدِ نگاہِ شوق ۔ رکھتے ہیں مسلم و ہنود سلسلہ اتحاد کا

سینکڑوں اہلِ ظلم و جور تختہ تباہ ہو گئے ۔ پیشِ نگاہ ہے مرے قصہ ثمود و عاد کا

خیر وہ جس طرح بھی ہے آپکو اس سے کیا غرض ۔ چھوڑیئے ذکر اے حضور عاشقِ نامراد کا

دل ہے تباہِ آرزو سینہ ہے پائمالِ غم ۔ آہ! برا ہو یا خدا عشقِ ستم نہاد کا

ہجر میں چھوڑ کر تیاں چلدیئے مدعی کے گھر ۔ کام ہی کر چلے تمام مضطربِ مراد کا

آکے وہ قتل گاہ تک پھر گئے کیوں؟ برا ہوا

حوصلہ دل میں رہ گیا احمقِ نامراد کا

روز افزوں ہیں عنادل پہ ستم صیاد کے
کچھ نہیں تو دن ہی کچھ کم کر دے تو میعاد کے

نالے سن سن کر قفس میں بلبلِ ناشاد کے
ہوش کیوں پراں نہ ہو جاتے میاں صیاد کے

ان سے شکوے ہیں ملالِ خاطرِ ناشاد کے
ڈر یہ ہے کر دے نہ اڑ جائیں لبِ فریاد کے

بند کر کے پر کترنا بلبلِ ناشاد کے
اس بڑھاپے میں یہ اندازِ جفا صیاد کے

اس خوشی میں، شیخ نے پایا ہے اعزاز و خطاب
ہر طرف سے تار آتے ہیں مبارکباد کے

مجکو اپنی سخت جانی سے یہ اندیشہ ہے آج
شل نہ ہو جائیں کہیں بازو مرے جلاد کے

اہلِ مغرب زعمِ شاہنشاہیت میں مست ہے
باپ ہیں نمرود کے فرعون کے شداد کے

ختم کر ڈالو اپنے عاشق پر مری جاں آج تم
یاد ہوں جتنے طریقے ظلم کے بیداد کے

مرغِ بسمل کی طرح تڑپا کرے کب تک کوئی
اور بھی دو ہاتھ ظالم خنجرِ بیداد کے

پیرزن کا کام دے سکتے ہیں مسٹر مالوی
چاہئیں تم کو اگر ٹکڑے سرِ فرہاد کے

جوشِ وحشت میں ہیں آزادی کی کیا کیا لذتیں
چیختا ہوں خوب لیکر مزے فریاد کے

تم نہ آئے تھے تو یہ شب بھر رہی تھی میرے پاس
زندگی پر میری احساں ہیں تمہاری یاد کے

مجکو تم سے جو محبت ہے وہی جانینگے کچھ
جو سمجھتے ہیں تعلق قمری و شمشاد کے

کب تک آخر یوں رہینگے بلبلِ ناشاد پہ
جور گلچیں کے خداوندا ستم صیاد کے

اقتدارِ حرمتِ ٹرکی ہو زندہ خلق میں
دن پھریں یا رب حیاتِ مسلمِ ناشاد کے

جیل خانوں سے دلِ احرار گھبرائیگا کیا
یہ تو گھر ہیں پیروانِ سنتِ سجاد کے

وحشت و دیوانگی و خبط و سودا و مراق
چند عنوانِ پریشاں ہیں مری روداد کے

پیرس و لندن سے کے ہوٹل دیکھکر سمجھا ہیں | ہوں نہوں نقشے ہیں شبِ جنت شداد کے

مختصر یہ ہے رہا وہ عمر بھر پامالِ جور

پوچھتے کیا ہو سوانح احمقِ ناشاد کے

آئے تھے دُنیا میں ہم برباد ہونے کیلئے | پائمالِ حسرتِ بیداد ہونے کے لئے
نذرِ جور و صرفِ استبداد ہونے کیلئے | کیا ہمیں تھے یا خدا برباد ہونے کیلئے
جس زمیں میں آپ پائینگے پہی کی شکست | مجھ سے کہئے اس زمیں کی کھاد ہونے کیلئے
ہر طرف سے کامل آزادی کے خواہاں جوق جوق | آرہے ہیں جیل میں آباد ہونے کیلئے
اہلِ یورپ کے خصائص اور خصائل چاہئیں | ہمسرِ قومِ ثمود و عاد ہونے کے لئے
پیش خیمہ ہے رہائی کا اسیری عشق کی | قید ہوتے ہیں مگر آزاد ہونے کے لئے
اے ہوائے کوئے جاناں ہم بھی تیری راہ میں | خاک کی مانند ہیں برباد ہونے کے لئے
مجکو رکھتے اردلی میں تم بجائے مدعی | بس وہی کمبخت تھا ہمزاد ہونے کے لئے
وصل میں فرقت کا قصہ چھیڑکر رونا ہی کیا | اک بہانہ تھا عدو کی یاد ہونے کے لئے
ہے مرا جذبِ تصور ہی بڑا تصویر کش | میں نہیں منت کش بہزاد ہونے کے لئے
سہل تھی ویرانیٔ دل لیکن چاہئے اک عمر | اک زمانہ اسکو پھر آباد ہونے کے لئے
جب کہا میں نے بنونگا آپ کے کوچے کی خاک | ہنس کے فرمانے لگے "برباد ہونے کے لئے"
سخت قید و بند کی سختی اُٹھانی چاہیے | ہمکو قید و بند سے آزاد ہونے کے لئے
جا سیے رہتے تھے دو پیچے بازی کے ہاتھ | کچھ سلیقہ چاہیے جلاد ہونے کے لئے

ہند کی حالت پہ آتا ہے ہمیں رونا کہ ہائے
یہ چمن اور اس طرح برباد ہونے کے لئے

خنجرِ قاتل خدارا جلد ادھر آ، رحم کر
سر مرا ہے نذرِ استبداد ہونے کے لئے

ہم نے احسنؔ اپنی حریت پسندی کے سبب
تیرہ کر بھی سر سے آزاد ہونے کے لئے ۔

اب تابِ ضبطِ اشک مجھے اے عدو نہیں
بس آج میں نہیں کہ وہاں آج تو نہیں

تیری نگہ کے واسطے اے فتنہ خو نہیں
دل ہے ہمارے پاس مگر وقفِ الفت تو نہیں

مایوسیٔ وصال سے اُکتا گیا ہے دل
اب ترکِ آرزو کے سوا آرزو نہیں

میں ڈیم بھی فلش بھی، بلیڈی بھی فول بھی
اک اس کے عشق میں مری کیا آبرو نہیں

اے خبطِ صبری بخدا واقعہ ہے یہ
وہ دل نہیں کہ جس میں تری آرزو نہیں

یہ صرف حُسنِ ظن ہے تمھارا وگرنہ کیا
تم سے زیادہ اور کوئی خوب رو نہیں

عاشق کو صرف ایک نگہِ لطف چاہیئے
اے چشمِ مست حاجتِ جام و سبو نہیں

پوچھو نہ تم مرے دلِ بربادِ غم کا حال
مدت ہوئی کہ اس میں کوئی آرزو نہیں

ان خس کی ٹٹیوں سے بھلا فائدہ ہے کیا
عاشق کی آہِ شعلہ فشاں کوئی لو نہیں

دل لینے سے تو قبل بہت کچھ تھا ذکرِ عشق
اب اس معاملہ میں کوئی گفتگو نہیں

کیا کر دیا یہ اے نگہِ التفاتِ عام
کیا ہو گیا کہ اب وہ رگِ گل میں قو نہیں

اُڑتی نہیں نہ اس گلِ عارض پہ بلبلیں
یہ پھول وہ ہے جس میں محبت کی بو نہیں

کچھ تو اثر ارادتِ "مشرقی" کا چاہیئے
اچھا ہے کہ لاش مری قبلہ رو نہیں

رسوا کیا جو عشق کو تو نے تو کیا ہوا — اے حسنِ یار تیری بھی اب آبرو نہیں

یا دشمنوں میں بھی نظر آتا تھا اک خلوص — یا دوستوں میں آج محبّت کی بو نہیں

واں ہیں نہیں ہے جسکے بزرگوں کا احترام — ایمان کی بھی اسمیں بلاشبہ بو نہیں

احمق کسی کی سخت کلامی سہے، محال

عاشق ضرور ہے وہ مگر "ڈیم یو" نہیں

اسی باعث تو میرے قلب کو تسکیں نہیں ہوتی — کہ وعدہ ہوتا ہے اور وقت کی تعیین نہیں ہوتی

محبت میں کبھی تفریق آن واں نہیں ہوتی — یہ وہ منزل ہے جسمیں بحث کفر و دین نہیں ہوتی

کہیں پرستش تری اے زلفِ مشک آگیں نہیں ہوتی — مگر دنیا میں قدر ناتھ اے جیں نہیں ہوتی

سوالِ وصل پہ میرے کبھی وہ ہاں نہیں کرتے — دعا میری کبھی منت کش آمیں نہیں ہوتی

کسی دن بے بلائے بھی چلے آؤ کہ اے حسن — محبت میں زیادہ سختی آئیں نہیں ہوتی

تمھارا وصفِ عارض لکھ رہا ہوں پھر تعجب کیا — مرے خط کی عبارت کچھ اگر رنگیں نہیں ہوتی

نگاہِ تیز کا قابو مرے دل پہ نہیں چلتا — یہ مرغابی شکارِ پنجۂ شاہیں نہیں ہوتی

مریضِ سخت جاں جب دیکھتا ہے صبح، روتا ہے — کہ وہ ہوتا ہے اور شمع سر بالیں نہیں ہوتی

بُرا ہو اضطرابِ درد کا یہ کیا قیامت ہے — وہ پہلو میں ہیں اور دل کو مرے تسکیں نہیں ہوتی

اگر ہم جان بھی دیدیں محبت میں تو لاحاصل — وہاں عاشق کی خدمت قابلِ تحسیں نہیں ہوتی

لبِ شکوہ شکن کی اپنے لذت پوچھتے کیا ہو — مٹھائی بھی مری جاں اسقدر شیریں نہیں ہوتی

غرض یہ ہے تم ڈپٹے اور بیمار الم ورنہ — مری بالیں پہ وقتِ نزع کیوں یاسیں نہیں ہوتی

سنائے عشق کی تاثیر بھی ذو الخاصیت ہے ۔ یہاں اسہال ہو جاتے ہیں ان کمیں نہیں ہوتی

نہ ہی کلمہ پڑھی عدو کو ہے جو مجھکو ہے بس اتنا ہے ۔ وہ فولادی نہیں ہوتی ہے یہ زرین نہیں ہوتی

انھوں نے وصل کا اقرار فرمایا بھی مشکل سے
تو اب احمق جگہ اور وقت کی تعیین نہیں ہوتی

وہ مرے دل کی تمنا کرتے ۔ لطف آجاتا اگر ایسا کرتے

ہجر میں اسکے سوا کیا کرتے ۔ غیر کی جان کو رویا کرتے

مل چکا ان سے ہمیں دل اپنا ۔ شرم آتی ہے تقاضا کرتے

آرزو تھی کہ بایں پیری وزہد ۔ شیخ اسے دور سے دیکھا کرتے

ہجر میں وصل کی صورت کیا تھی ۔ مر نہ جاتے تو بتا کیا کرتے

ان کی الفت سے تو بہتر تھا کہ ہم ۔ کہیں بندر ہی نچایا کرتے

تم کو ہونا تھا جہاں میں بدنام ۔ ورنہ تم کیوں مجھے رسوا کرتے

ہمکو مرنے کا مزا تھا معلوم ۔ خاک جینے کی تمنا کرتے

ہم اور اس بت سے بیان غم عشق ۔ شامت آئی تھی کہ ایسا کرتے

لب جاں بخش کے مرنے والے ۔ کس لئے منت عیسی کرتے

ہاتھ آتی جو وہ شیرینی لب ۔ ہم بھی شبرات میں حلوا کرتے

جانتے تھے اسے جینا ہے وبال ۔ مرتے مرنے کی دعا کیا کرتے

وہ جو پاگل نہ سمجھتے تو ہمیں

کیوں کے احمق نہ پکارا کرئیے

پھر رہی کیا بات آنے سے زیادہ دین میں ۔۔۔ جب پسایہ بھی تھا سیّات کی مشین میں

جو مریں پامالیٔ اسلام کی تلقین میں ۔۔۔ دفن ہوں قبر گلیڈسٹون کی پائین میں

ہے رعایا پروری میں مملکت گیری کا راز ۔۔۔ یہ فلاسفی شب میں ہے صاحب کی مشین میں

سن لیا میں نے وہ میر ہو گئے شیخ کے ساتھ ۔۔۔ کیا دھرا ہے ہمدمو اب صبر کی تلقین میں

مجکو اپنے جان دینے کا صلا ملجائیگا ۔۔۔ تم ہو شامل مری تجہیز اور تکفین میں

تو سوار اسپ حکمت کیوں نہ گرتا جب وہ شخص ۔۔۔ عقل و دانش کی لگا میں پالسی کے زین میں

فقر میں جو شان ہے ہرگز امارت میں نہیں ۔۔۔ یورپ میں جو کشش ہے وہ نہیں قالین میں

ہم تو یہ ہے بدعت و سنّت کا جھگڑا چھیڑ کر ۔۔۔ مولوی صاحب نے رخنہ خوب ڈالا دین میں

ایک بی بی، تین بچے، ایک الٰہ، ایک ہم ۔۔۔ آپ ہی کہئے گزر کسطرح ہو تفشین میں

آرزوئے کیک و شوقِ بسکٹ و فکر مٹن ۔۔۔ یہ سبق ہے شیخ صاحب کے لئے ”والتین“ میں

دست آجاتے ہیں اکثر اہلِ یورپ کو کہ ہے ۔۔۔ کسٹرائل کا اثر نام صلاح الدین میں

ٹھوکریں کھاؤ، پٹو لیکن نہ لاؤ لب پہ اُف ۔۔۔ سب سے پہلی دفعہ ہے یہ عشق کے آئین میں

کام کا ہے وقت زاہد سومعہ سے باہر آ ۔۔۔ کیا دھرا ہے اس صلوٰۃ و صوم کی تلقین میں

اس قسم کا کیا ٹھکانا ہے کہ مرنیکے بعد ۔۔۔ قبر کھدوائی ہے میری غیر کے پائین میں

بس اسی سے جان لو احمق میاں ہادی کی عمر
دس برس اور کچھ مہینے کے تھے یہ سن تین میں

جاہ کا طالب تھا، آنر کا سودائی نہ تھا / آہ! کیا دن تھے کہ میں مسلم تھا عیسائی نہ تھا

شیخ کی مانند میں عزت کا شیدائی نہ تھا / بندۂ حق تھا غلام کے سی ایس آئی نہ تھا

نوجوانوں کو مذاقِ کالر و ٹائی نہ تھا / کیا زمانہ تھا کہ دورِ فیشن آرائی نہ تھا

سامنے دشمن کے کہدی بات کی سنتا رہا دوست / مجکو اتنا بھی ہمارا پاس رسوائی نہ تھا

کیوں اُڑاتا قیس کی مانند خاکِ دشت و کوہ / لیلیٰ آنر کا عاشق تھا میں سودائی نہ تھا

ایک چکی ایک پاغانے کا برتن ایک کپ / کون کون اپنا شریکِ عہدِ تنہائی نہ تھا

یاد ہونگے تجکو اے اسلام وہ دن بھی کہ جب / تیرے گھر میں عہدِ خود بینی و خود رائی نہ تھا

ہو گیا تھا ایسا کہ سر میں ایک بھی رہتا نہ بال / خیر گذری چاہیے چاہنے والا اترائی نہ تھا

اک مسِ کمسن کا ارادہ اسقدر جب جھپنے خسلا / سچ تو یہ ہے مغربی تہذیب کا آئینہ تھا

وہ زمانہ بھی تجھے اب یاد ہے اے حسنِ دوست / تو ہی تو تھا اور کوئی تیرا تماشائی نہ تھا

پھانسنا تھا اک بتِ لندن کو دامِ عشق میں / ورنہ میں استغفراللہ کوئی عیسائی تھا

کیوں اسیرِ دامِ گیسوئے بتاں ہوتا کہ میں / کوئی وحشی کوئی مجنوں کوئی سودائی تھا

شامِ وعدہ وہ سماں بھی دید کے قابل تھا جب / محوِ آرایش تھے وہ اور ہاتھ میں آئینہ تھا

چارہ گر بالیں پہ کب آیا کہ بیمارِ فراق / مر چکا تھا یعنی وقتِ چارہ فرمائی نہ تھا

مجکو تم نے اپنی محفل سے نکالا کس لیے / میں کوئی باغی نہ تھا میں کوئی بلوائی نہ تھا

ان سے چھٹنا اور وہ بھی یوں یکایک ہائے ہائے / ضبط کیا کرتے نہ یارائے شکیبائی نہ تھا

الفراق اے صحبتِ یارانِ ہم بزم الفراق

قسمتِ احمقؔ میں لطفِ بادہ پیمائی نہ تھا[1]

متفرقات

تجھے ہم الوداعی ایڈریس دینے کو تھے ہادیؔ[2]
مگر سوچا تو وہ سارا تکلف بے ضرورت تھا

فراقِ خانماں و ترکِ عیش و سختیِ زنداں
غرض تو نذرِ جرأت تھا وقفِ ہر مصیبت تھا

ادھر دل میں ترے تھا شوقِ آزادیِ ہندوستاں
اُدھر سر میں ترے سودائے احیائے خلافت تھا

تجھے پاؤں کی بیڑی مایۂ صد فخر و عزت تھی
تجھے گردن کا اپنی طوق وجہ صد مسرت تھا

ترے ہاتھوں نے سُتلی کا تکلا او نیچ بٹ بٹ کر
یہ ثابت کر دیا تو مستقلِ ہر مصیبت تھا

وہ روٹی جس میں آدھی ریت ہو یوں شوق سے کھانا
بتاتا ہے کہ تیرا مدعائے اصلی خدمت تھا

یہ گویا مختصر الفاظ میں تعریف ہے تیری
ترے سینے میں دل تھا اور وہ دل با حمیت تھا

دعوئے عہد و وفا و عشق دشمن ہو گیا
وصل میرا رہ گیا ان سے کرسمس ہو گیا

برٹش کی عنایت جاتے ہیں بڑے گھر ہم
بھولینگے نہ اب احمقؔ بائیس دسمبر ہم

---

[1] جس روز آگرہ ڈسٹرکٹ جیل سے چلے ہیں اسی روز صبح کو یہ غزل کہی تھی مقطع میں اسی جانب اشارہ ہے۔

[2] سید محمد ہادی صاحب بلوی سکریٹری خلافت کمیٹی جھانسی۔ آپ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۲ء کو فتح گڈھ سنٹرل جیل سے ایک سال قید با مشقت کاٹ کر رہا ہوئے آپ نے دورانِ اسیری میں سخت سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں بہت خوبیوں کے آدمی ہیں۔

یہ ہمیں جیل کا لباس ملا　　یا سوراج آشرم کا پاس ملا

یہ سمجھکر بھی بغیر اس بزم کے میری نہیں　　ان کے ہاں کتے کی عزت ہے مگر میری نہیں

انھوں نے احمق مخبوط کو دیکھا تو فرمایا　　ہمارے چاہنے والوں کی صورت ایسی ہوتی ہے

ظاہری عزت کی وقعت، قلبِ عاقل میں نہیں　　تیری محفل میں ہوں کیا ہے گو ترے دل میں نہیں

یا عجائب گھر میں کچھ دیکھے تھے شیرانِ ببر　　یا یہاں زندانیانِ حق کو دیکھا جیل میں

یہ چوچخ[1] نکالیں "ملا ٹونکی"　　شامت آئے نہ کیوں مرغوں کی

کس مزے کی ہیں ادائیں کیا غضب کے ٹھاٹ ہیں[2]　　مولوی حیدر علی صاحب بھی پونے آٹھ ہیں

شعر دن بھر سناتے ہیں احمق　　بس اب انکی یہی مشقت ہے

ان کی آنکھوں کا یہ اشارا ہے　　دل تمہارا نہیں ہمارا ہے

مرے دل میں بھی اپنا مسکن بنا لو　　یہ گھر بھی ہے بھٹیارخانے کے قابل

اُٹھیے اور کاتیے اسٹلی احمق　　جیل خانہ ہے یہ سسرا نہیں

چھُٹنے والے ہیں میاں ہادی بھی احمق ہوگئے ہائے　　دیکھئے کیونکر کٹیں پھر دن ہمارے جیل میں

دیکھئے کب ہوں عروسِ حریت سے ہم بغل　　گنتے ہیں بیٹھے ہوئے مجبور تارے جیل میں

وہ عشق کیا کہ جسمیں یہ حال درمیاں ہو　　میں تم سے بدگماں ہوں تم مجھ سے بدگماں ہو

---

[1] سید محمد ٹونکی صاحب نے ایک اخبار بنام چوچخ نکالا تھا اُسکے ہیڈنگ کیلئے۔

[2] مولوی حیدر علی صاحب سیتاپوری سکریٹری خلافت کمیٹی قصبہ موانہ ضلع میرٹھ نے ایک کافی دی اور فرمایا اس میں کوئی ایسا شعر لکھدیجیے جو یادرہے۔ میں نے یہی شعر لکھدیا اُس روز سے آپ پونے آٹھ ہی ہوگئے۔

بڑھاپے میں انھیں تعلیم انگریزی کی سوجھی ہے | جناب شیخ کو بھی فتنہ انگیزی کی سوجھی ہے

فتح گڑھ کی جیل میں بولا تھا آ تو ایک دن | آگرے بھیجے گئے ہم لوگ فوراً جسکے بعد

ہیں یہاں بھی آج انہیں حضرت کی بند سنجیاں | دیکھئے ہو کس طرف کا کوچ اپنا اسکے بعد

خوش ہیں ہم بھی کہ ہم کو مل گئی اچھی جگہ | بارک نمبر نو میں رنگا اختر صاحب کے پاس

آخر کو ظفر کی طرح ہوا جیل میں قید جفا اختر | ہر بیٹے کا ہے باپ ظفر ہم باپ کا ہو بیٹا اختر

رُباعیات

غافل کیوں اس طرح پڑا سوتا ہے | کیوں نقد متاع آخرت کھوتا ہے

چلنا ہے تو سامان سفر کر تیار | کچھ دیر میں قافلہ رواں ہوتا ہے

اے بوالہوسو! ہوس پرستی چھوڑو | اے اہلِ نشاط و رقص ہستی چھوڑو

سوچو کیا چھوڑ کر یہاں جانا ہے | جب موت کہیگی رختِ ہستی چھوڑو

جس سے بھی ملے خلوص نیت سے ملے | بے فائدہ کیوں بغض و عداوت سے ملے

کیا تم کو ملا جو تم کسی سے احمق | حرصِ مال و متاع و دولت سے ملے

کہئے جو کچھ وہ صاف مُنہ پر کہئے | ہر معتبر و خلاف مُنہ پر کہئے

مانا کہ ہے زید کی شکایت برحق — لیکن یہ خطا معاف اُنہ پر کہیے

وہ بھی اچھے ہیں جن کی صورت اچھی — وہ بھی اچھے ہیں جنکی سیرت اچھی
لیکن سچ پوچھئے تو بس اے احمق — اچھے ہیں وہی ہے جنکی صحبت اچھی

جس سے جو معاملہ ہو وہ صاف رہے — ہر بات میں مدّ نظر انصاف رہے
ہے ایک یہی تو چیز جسکے باعث — ممتاز جہاں ہمارے اسلاف رہے

صُحبت سے بزرگوں کی جو کرتا ہے گریز — سُنتا نہیں اقوالِ نصیحت آمیز
واللہ کہ بدنصیب ہے وہ احمق — سمجھو اس کو بڑا ہی فتنہ انگیز

اس جمعِ زر و مال میں بہبود نہیں — مرنے کے بعد اس سے کچھ سود نہیں
کام آئے جو عقبیٰ میں وہ دولت احمق — جز طاعت و ذکرِ یادِ معبود نہیں

پانے کو تو ہم نے اک زمانہ پایا — بے لوث کسی کو کبھی نہ اصلا پایا
دُنیا میں کوئی شفیقِ صادق نہ ملا — پایا جسے اُس کو اپنی گوں کا پایا

مطلب کے دوست دوست کب ہوتے ہیں
ساتھی بننے ہی کے یہ سب ہوتے ہیں
ان کی باتوں میں تم نہ آنا احمق
دیکھو یہ خوشامدی غضب ہوتے ہیں

لازم ہے تجھے برائیوں سے بچنا
چالاکیوں سے صفائیوں سے بچنا
جو پیار سے تجھکو کہیں بھائی احمق
ان بردہ فروش بھائیوں سے بچنا

رکھتے جو نہیں کبھی اکیلا مجکو
جو چاہتے ہیں سب سے زیادہ مجکو
اک دن یہی سونپینگے نہ خاک مجھے
آئیں گے یہی چھوڑ کے تنہا مجکو

اسلام کی آن ہے تو ترکی سے ہے
توحید کی شان ہے تو ترکی سے ہے
ترکوں کو بچاؤ اب خدا را کہ یہاں
کچھ تم کو امان ہے تو ترکی سے ہے

مانا کہ ہیں شیخ زاہد با اوقات
کرتے نہیں شرع کے منافی اک بات
لیکن وہ حامی خلافت جو نہیں
بیکار ہے سب زہد و تقوا و صلوات

جب آگئے جیل میں تو اب کیا گھبرائیں
ہم لب پہ کوئی حرف شکایت کیوں لائیں
ہر حال میں راضی برضا ہیں احمق
سلی کتوائیں وہ کہ چکی پسوائیں

ہے جیل میں زیست کا سہارا لسلا | کیوں ہم کو ہو جان سے پیارا لسلا
لوٹا بھی، گلاس بھی، رکابی بھی، غرض | ہر کام آتا ہے یہ ہمارا لسلا

ہر صبح چنے جو ہم کو ملجاتے ہیں | کیا پوچھتے ہو کہ کیا مزے آتے ہیں
گھر پر کھاتے نہ تھے کبھی یوں بسکٹ | جس شوق سے اب انھیں چبا کھاتے ہیں

تنہائی کی کشمکش نہ حوالات کا غم | [illegible]
باقی نہ رہے کوئی ستم کا پہلو | ان سب پہ مزید اب ہے ہتھکڑی کا غم

احباب مناتے ہیں سرِ ما میں بسنت | ہیں عید کی طرح ہر گھر میں بسنت
ہم ستم رسیدہ کو کہو اے احمق | جسکو آئے ہوں جیلخانے میں بسنت

فرخ آباد کے حفیظ الرحمٰن | تفریح کا رکھتے ہیں بہت کچھ سامان
ان کی صحبت میں رہ کے ہم تو احمق | سچ یہ ہے کہ بنگئے گدھے سے انسان

آنکھیں روتی ہیں دل تپاں ہے احمق | صاف مرے چہرے سے عیاں ہے احمق
ہوتا ہوں جدا خجندی و عارف سے | یہ رنج بھی اک بارِ گراں ہے احمق

.. مولانا عارف حسن صاحب ہسوی جو جیل میں ساتھ تھے۔

ہمکو جو درمِ رنج روان ہوتا ہے — بے فائدہ ہر پیر و جوان روتا ہے
روتے ہم تھے تو اک زمانہ خوش تھا — اب ہم خوش ہیں تو اک جہاں روتا ہے

پایا تو یہی کہ کچھ نہ پایا ہم نے — جانا تو یہی کہ کچھ نہ جانا ہم نے
ہستی اک خواب کا سماں تھا گویا — دیکھا تو یہی کہ کچھ نہ دیکھا ہم نے

دُنیا والو! خیالِ دنیا کب تک — محویتِ اعتبارِ فردا کب تک
ہے صلحِ عناصر پہ مدارِ ہستی — ظاہر ہے کہ اتفاقِ اعدا کب تک

دشمن پہ ستم کیا ستم تم نے کیا — عاشق پہ کرم کیا ستم تم نے کیا
تم نے یہ معاملہ خلافِ آئین — اُلفت میں بہم کیا ستم تم نے کیا

دل ہی کچھ عشق کی جزا پاتا ہے — درد و غم ہجر کا مزا پاتا ہے
بے جرم وفا ستم عدو پر کیوں ہو — ناکردہ گناہ کب سزا پاتا ہے

اربابِ وفا وفا نہ چھوڑینگے کبھی — رشتہ اُمید کا نہ توڑینگے کبھی
تم ہمکو ہزار غیر سمجھو لیکن — ہم غیر کی طرح مُنہ نہ موڑینگے کبھی

مسلم پہ جفا و ظلم ڈھانے والے | سن لیں کہ یہ کہتے ہیں ستانے والے
ہم تو باقی رہینگے انشاءاللہ | لیکن مٹ جائینگے مٹانے والے

اسلام کی شان بس خلافت سے ہے | عزت اپنی اسی کی عزت سے ہے
باقی ہیں اگر ترک تو دنیا میں ہیں | کیا خوف اعدا کی شرارت سے ہے

بس تجھکو مرے ہی آشیانے کی ہے فکر | یا کچھ اپنے بھی آب و دانہ کی ہے فکر
بلبل کا تو گھر ہے باغ لیکن صیاد | تجکو بھی کہیں اپنے ٹھکانے کی ہے فکر

دل وہ ہے کہ جسمیں الفت ترکی ہے | سر وہ ہے کہ وقف خدمت ترکی ہے
اسوقت مسلمان کو دنیا میں اگر | کچھ کام ہے تو اعانت ترکی ہے

---(۵۱)---

اتراک مجاہد کی اعانت ہے فرض | انگورہ کی ہر طرح سے خدمت ہے فرض
اس وقت نماز سے بھی پہلے ہمپر | قسطنطنیہ کی حفاظت ہے فرض

ترکوں کا جو حامی سحر و شام نہیں | ایمان کا اس میں اک ذرا نام نہیں
یہ بات اچھی طرح سمجھ لو احمق | گر ترک نہیں تو ہرگز اسلام نہیں

ضروری ہدایت

مصنف صاحب ممدوح نے جملہ حقوق زندانِ حماقت کے متعلق خاکسار کو عنایت فرمائے ہیں جو محفوظ کئے گئے ہیں کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں۔

خاکسار مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ